پیر کا بکرا

طصنیفِ لطیف

حضور فیض ملت مفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابوصالح مفتی
محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

Visit Owaisi Books
www.faizahmedowaisi.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الۡحَقِّ الۡمُبِیۡنِ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیۡبِہِ الۡکَرِیۡمِ الۡاَمِیۡنِ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیۡنَ، وَأَصۡحَابِہِ الطَّاهِرِیۡنَ، وَأَوۡلِیَاءِ أُمَّتِہِ وَعُلَمَاءِ مِلَّتِہِ أَجۡمَعِیۡنَ

اہلسنت میں طریقہ رائج ہے کہ بکرا ہو یا کوئی شے دیگر وہ دراصل ایصالِ ثواب کے طور اہلِ اموات کی ارواح کو بخشا جاتا ہے۔ انبیاء(علی نبینا علیہم السلام) کے ادب و تعظیم کے پیشِ نظر اسے نذر و نیاز کہا جاتا ہے، اس ایصال ثواب کے ہمارے دور میں مختلف نام اور مختلف طریقے ہیں اور اسلامی قاعدہ ہے کہ نام بدلنے سے کام نہیں بگڑتا نہ ہی طریقے کی تبدیلی سے شریعت بدلتی ہے۔

باب ۱: احادیثِ مبارکہ

مشکوۃ، باب فضل الصدقہ میں ہے: "عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ، فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «الْمَاءُ» فَحَفَرَ بِئْرًا، وَقَالَ: هَذِهِ لِأُمِّ سَعْدٍ."[1]

یعنی سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ میری ماں مر چکی ہے۔ پس کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا پانی۔ تو انہوں نے کنواں کھدوایا اور کہا یہ اُمّ سعد کے لئے ہے۔

فائدہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا اللہ کے لئے کہنے بجائے ماں کے لئے کہنا ہمارا مویّد ہے کہ ہم کہتے ہیں: "یہ بکرا پیر کے لئے ہے۔"

۲۔ حدیث الصحیحین میں ہے: "هَذِهِ لِأُمِّ سَعْدٍ"[2] باغ کو اہدائے (ایصال) ثواب کے لئے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا اپنی ماں کے لئے وقف کرنا اور کہنا کہ یہ ام سعد کے لئے ہے۔ (ایضا اخرجہ اصحاب سنن الاربعۃ واحمد)

فائدہ: اِن احادیثِ صحیحہ صریحہ سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ کِسی چیز کو ایصالِ ثواب کے لیے کِسی کے نام سے شہرت دینا نہ ممنوع اور نہ ناجائز ہے اور نہ ہی تقرّب مَحذور (روک دیا گیا)، بلکہ خیرُ القُرون کے تعامُل (عمل و طریقہ) سے اِس اضافت کا مُستحسَن ہونا اَظہر مِن الشَّمس (بالکل واضح) ہے۔

۳۔ نیل الاوطار، جلد ۸، ص ۴۷۹، مطبوعہ مصر میں ہے:

"وَعَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ «أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَقَالَ: إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ، فَقَالَ: أَكَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَهَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: أَوْفِ بِنَذْرِكَ فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ، وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ» رَوَاهُ أَبُو دَاوُد[3]

---

[1])(مشكاة المصابيح، كتاب الزَّكَاة، بَاب فضل الصَّدَقَة، 1/ 597، الحديث 1912، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

[2])(سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب في فضل سقي الماء، 2/ 130، الحديث 1681، المكتبة العصرية)

[3])(نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار، كتاب النذر، باب ما يذكر فيمن نذر الصدقة بماله كله، 8/ 279، الحديث 2849، دار الحديث، مصر، الطبعة: الأولى، 1413هـ - 1993م)

ترجمہ: ثابت بن ضحاک سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "میں نے نذر مانی تھی کہ مقامِ بوانہ پر اونٹ ذبح کروں گا۔" آپ نے فرمایا: کیا وہاں جاہلیت کے بتوں سے کوئی بت تھا جو پوجا جاتا؟ صحابہ نے عرض کیا: نہیں پھر آپ نے فرمایا کہ کیا وہاں ان کی عیدوں میں سے کوئی عید تھی؟ عرض ہوا نہیں، تو آپ ﷺ نے اس کو فرمایا اپنی نذر پوری کر ہاں یقیناً اللہ تعالیٰ کی معصیت کی نذر کا پورا کرنا جائز نہیں اور نہ ہی اس نذر کا پورا کرنا ضروری ہے جو انسان کے اختیار میں نہیں۔

یہ حدیث شریف مشکوۃ المصابیح، ص۲۹۸ میں بھی ہے۔[4]

فائدہ: نیل الاوطار، جلد۸، ص۴۸ میں اِس حدیث کی توثیق اِن الفاظ میں مرقوم ہے:

"وَحَدِيثُ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ أَخْرَجَهُ أَيْضًا الطَّبَرَانِيُّ وَصَحَّحَ الْحَافِظُ إسْنَادَهُ.

وَأَخْرَجَ نَحْوَهُ أَبُو دَاوُد مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ مَرْفُوعًا، وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَرَوَاهُ أَحْمَدُ فِي مُسْنَدِهِ مِنْ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ ابْنَةِ كَرْدَمٍ عَنْ أَبِيهَا بِنَحْوِهِ.

وَفِي لَفْظٍ لِابْنِ مَاجَهْ عَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتَ كَرْدَمَ"[5]

یعنی ثابت بن ضحاک کی حدیث کو طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور حافظ نے اس کی اسناد کی تصحیح کی ہے اور ایسا ہی ابوداؤد نے اور طریق سے عمرو بن شعیب عَن جَدِّہ سے مرفوعاً روایت کی ہے اور اِبنِ ماجہ نے اسے اِبنِ عباس کی حدیث سے روایت کیا ہے اور ایسا ہی امام احمد نے اپنی مسند میں عمرو بن شعیب عن ابنتہ کروم کی حدیث سے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ کی روایت میں میمونہ بنت کردم ہے۔ انتھا

۴۔ "وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ «أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَنْحَرَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا، مَكَانٌ كَانَ يَذْبَحُ فِيهِ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ، قَالَ: لِصَنَمٍ؟ قَالَتْ: لَا، قَالَ: لِوَثَنٍ؟ قَالَتْ: لَا، قَالَ: أَوْفِ بِنَذْرِكِ» رَوَاهُ أَبُو دَاوُد[6]

یعنی عمرو بن شعیب اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے راوی ہیں کہ ایک عورت نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے فلاں مقام میں جہاں اہل جاہلیت ذبح کیا کرتے تھے اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اہل جاہلیت کسی صنم وثن کے لئے وہاں ذبح کیا کرتے تھے۔ عرض کیا نہیں، تو آپ نے فرمایا اپنی نذر پوری کر۔

فائدہ: شوکانی نے روایتِ مذکور کی توثیق یوں کی:

---

[4])(مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان والنذور، باب في النذور، الفصل الثاني، 2/ 1024، الحديث 3437-(12)، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

[5])(نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار، كتاب النذر، باب ما يذكر فيمن نذر الصدقة بماله كله ، 8/ 280، دار الحديث، مصر، الطبعة: الأولى، 1413هـ - 1993م)

[6])(نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار، كتاب النذر، باب ما يذكر فيمن نذر الصدقة بماله كله ، 8/ 286، الحديث3862، دار الحديث، مصر، الطبعة: الأولى، 1413هـ - 1993م)

"قَالَ فِي النِّهَايَةِ: الْفَرْقُ بَيْنَ الْوَثَنِ وَالصَّنَمِ أَنَّ الْوَثَنَ كُلُّ مَالَهُ جُثَّةٌ مَعْمُولَةٌ مِنْ جَوَاهِرِ الْأَرْضِ أَوْ مِنْ الْخَشَبِ وَالْحِجَارَةِ كَصُورَةِ الْآدَمِيِّ تُعْمَلُ وَتُنْصَبُ فَتُعْبَدُ، وَالصَّنَمُ الصُّورَةُ بِلَا جُثَّةٍ، وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَهُمَا وَأَطْلَقَهُمَا عَلَى الْمَعْنَيَيْنِ. وَقَدْ يُطْلَقُ الْوَثَنُ عَلَى غَيْرِ الصُّورَةِ، وَمِنْهُ حَدِيثُ «عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَفِي عُنُقِي صَلِيبٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ: أَلْقِ هَذَا الْوَثَنَ عَنْكَ»"[7](نیل الأوطار، جلد۸، ص ۴۸۷)

یعنی نہایہ میں "وَثن" اور "صَنم" میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ "وَثن" جو پتھر لکڑی یا مٹی سے آدمی کی شکل پر بنا کر نَصب کر دیا جائے۔ پھر اُس کی عبادت کی جائے۔ اور صَنم صرف تصویر ہوتی ہے اور بعض اہلِ لغت نے ان ہر دو کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا اور کبھی "وثن" کا اطلاق غیر تصویر پر بھی ہوتا ہے اور انہی پر ابن حاتم کی حدیث دلالت کرتی ہے۔ کہتے ہیں کہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے گلے میں سونے کی صلیب تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے آپ سے یہ وثنی دور کر دو۔

متذکرہ بالا ہر دو احادیث کے بعد علامہ شوکانی لکھتے ہیں: "وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ يَجِبُ الْوَفَاءُ بِالنَّذْرِ فِي الْمَكَانِ الْمُعَيَّنِ إذَا لَمْ يَكُنْ فِي التَّعْيِينِ مَعْصِيَةٌ وَلَا مَفْسَدَةٌ مِنْ اعْتِقَادِ تَعْظِيمِ جَاهِلِيَّةٍ أَوْ نَحْوِهِ"[8](نیل الأوطار، جلد۸، ص ۴۸۷)

یہ احادیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ مکانِ معین میں نذر کا پورا کرنا جبکہ تعیین میں کوئی معصیت اور تعظیم جاہلیت وغیرہ کے اعتقاد کا کوئی فساد نہ ہو، واجب ہے۔

اور الدین الخالص، جلد ۱، ص ۳۵۶ میں ہے: "رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ عَلَى شَرْطِهِمَا-"[9] کہ ابو داؤد نے حدیث نذرِ مکانِ معین کو بخاری اور مسلم کی شرط پر روایت کیا ہے۔ اُس کے بعد مؤلفِ کتاب لکھتا ہے: "وَأَنَّ تَخْصِيصَ الْبُقْعَةِ بِالنَّذْرِ لَا بَأْسَ بِهِ، إذَا خَلَا مِنَ الْمَوَانِعِ-"[10]

یعنی پس معلوم ہوا کہ کسی مقام کا جبکہ وہ مواقع سے خالی ہو نذر کے لئے مخصوص کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

تبصرہ اویسی: براہو جہالت کا اور پھٹکار پڑے تعصّب پر کہ متعصبین کے نزدیک ایسے جملہ اُمور موجبِ (سبب) شرک و کفر اور اِرتداد و اِلحاد ہیں (معاذ اللہ) ایسے اُمور مُوجبِ شرک وغیرہ ہیں تو پھر دنیا میں ان نجدیوں اور وہابیوں کے اور کوئی مسلمان نہیں اور یہ حقیقت ہے کہ یہ ٹولی سوائے اپنے چند چیلوں کے باقی تمام عالمِ اسلام کے مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی سمجھتی ہیں۔

باب ۲: تفسیرِ آیت: مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ

---

[7])(نیل الأوطار شرح منتقى الأخبار، كتاب النذر، باب ما يذكر فيمن نذر الصدقة بماله كله ، 8/ 287، دار الحديث، مصر، الطبعة: الأولى، 1413هـ - 1993م)

[8])(نیل الأوطار شرح منتقى الأخبار، كتاب النذر، باب ما يذكر فيمن نذر الصدقة بماله كله ، 8/ 287، دار الحديث، مصر، الطبعة: الأولى، 1413هـ - 1993م)

[9])(الدين الخالص، 2/ 258، مكتبة دار العروبة، 1959م)

[10]) (الدين الخالص، 2/ 259، مكتبة دار العروبة، 1959م)

مخالفین کا ہر چھوٹا بڑا اِس آیت سے پیر کا بکرا ہو یا گیارہویں شریف یا کوئی کام اور، ہر وہ عمل جو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یا اولیاء کرام سے منسوب ہو، شرک ثابت کرتے ہیں۔ فقیر نے صرف اِس آیت کی تفسیر میں ایک کتاب لکھی ہے اُس کی یہاں تلخیص کرتا ہوں۔

قاعدہ: آیت میں بالاتفاق مجازی معنی ہے کیونکہ حقیقی معنی مراد ہو تو دنیا کی کوئی شے کسی کے لئے حلال نہ ہو۔ اس کی مختصر تشریح آئے گی (ان شاء اللہ) اس لئے پہلے محققین سے "اھل" کی لغوی تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

لغوی تحقیق

۱۔ علامہ بیضاوی اپنی تفسیر، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ص ۱۲۳ میں لکھتے ہیں:

" وَالْإِهْلَالُ أَصْلُهُ رُؤْيَةُ الْهِلَالِ، يُقَالُ: أَهَلَّ الْهِلالَ وَأَهْلَلْتُهُ، وَلَكِنْ لَمَّا جَرَتِ الْعَادَةُ أَنْ يُرْفَعَ الصَّوْتُ بِالتَّكْبِيرِ إِذَا رُئِيَ، سُمِّيَ ذٰلِكَ إِهْلَالًا، ثُمَّ قِيلَ لِرَفْعِ الصَّوْتِ وَإِنْ كَانَ لِغَيْرِهِ-"[11]

ترجمہ: "اِھلال" دراصل رویتِ ہلال ہے۔ "أَهَلَّ الْهِلالَ وَأَهْلَلْتُهُ" کے محاورات بنابر فعلِ مجہول اور معروف "ہلال دیکھا گیا اور میں نے ہلال دیکھا" اس کے شاہد۔ مگر چونکہ یہ دستور تھا کہ جب ہلال دیکھا جائے تکبیر کے ساتھ آواز بلند کی جائے۔ لہذا آواز بلند کرنے کا نام "اِھلال" رکھ دیا گیا۔ پھر اگرچہ رویتِ ہلال کے بغیر ہی ہو رفع الصوت (آواز بلند کرنے) کو "اِھلال" کہا جانے لگا۔

۲۔ مختار الصحاح، ص ۴۵۳ میں ہے: "وَ (أَهَلَّ) الْمُعْتَمِرُ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالتَّلْبِيَةِ. وَأَهَلَّ بِالتَّسْمِيَةِ عَلَى الذَّبِيحَةِ. وَقَوْلُهُ - تَعَالَى -: {وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ} [البقرة: ١٧٣] أَيْ نُودِيَ عَلَيْهِ بِغَيْرِ اسْمِ اللهِ - تَعَالَى - وَأَصْلُهُ رَفْعُ الصَّوْتِ."[12]

یعنی جب "أَهَلَّ الْمُعْتَمِرُ" کہا جائے تو اس کے معنی ہیں عمرہ کرنے والے نے تلبیہ کے ساتھ آواز بلند کی۔ اور "أَهَلَّ بِالتَّسْمِيَةِ عَلَى الذَّبِيحَةِ" کے محاورہ اور اللہ تعالیٰ کے قول "وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ" کے معنی ہیں کہ غیر خدا کا نام ذبیحہ پر پکارا گیا۔ اور اس کی اصل آواز بلند کرنا ہیں۔

۳۔ زبدۃ النصائح فی مسائل الذبائح، ص ۱۳۵ میں ہے:

احرام باندھنے والے کو "مُهِلٌّ" کہتے ہیں کہ فلاں نے حج یا عمرہ کا اھلال کیا، یعنی احرام باندھا۔ اور یہ اس لئے کہ اس نے احرام باندھتے وقت تلبیہ کے ساتھ آواز بلند کی اور ذبح کرنے والا بھی "مُهِلٌّ" ہے کیونکہ عرب ذبح کے وقت بتوں کا نام لیتے تھے اور ان کے نام کے ساتھ آواز بلند کرتے تھے۔ یہ امام المتکلمین علامہ فخر الدین رازی کے افادات سے "تفسیر کبیر" میں ہے۔[13]

---

[11] (تفسير البيضاوي = أنوار التنزيل وأسرار التأويل، البقرة:173، 1/ 120، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الأولى – 1418هـ)

[12] (مختار الصحاح، باب هـ ل ل، ص 327 ، المكتبة العصرية – الدار النموذجية، بيروت – صيدا، الطبعة: الخامسة، 1420هـ / 1999م)

[13] (زبدة النصائح فی مسائل الذبائح، ص135، مطبع محمدی، لکھنؤ)

اردو ترجمہ منتہی الادب، مسمّٰی بہ مجموعہ لغات، ص ۴۶۲، جلد اول میں ہے: "اِھلال" پہلے چاند کا نکلنا معروفاً مجہولاً مستعمل ہے اور یہ نہیں بولتے "أَهَلَّ الشَّهْرَ" یعنی مہینے کا چاند ظاہر ہوا۔ لڑکے کا آواز سے رونا، ہلال کی طرف نگاہ کرنا، کسی کو تلوار سے مار ڈالنا، تلوار سے کاٹنا، پیاسے کا تالو کی طرف زبان اٹھانا تاکہ تھوک جمع ہو جائے، مہینے کا چاند دیکھنا۔ تلبیہ وغیرہ کا آواز بلند کرنا۔

۴۔ الغرض آئمہ لغت و تفسیر کی تحقیق انیق سے ثابت ہے کہ از روئے محاورہ اہلِ لسان اور استعمالِ اہل عرب "أَهَلَّ بِالْبَهِيمَةِ" کے معنی ہیں "ذبح" یعنی اس نے جگالی کرنے والے جانور کو ذبح کیا۔ اِس لیے حضرت عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما جو حَبْرُ الْاُمَّۃ (امت کے ترجمان)، صحابیِ رسول ﷺ، اَفقہُ الصَّحابہ (صحابہ میں سب سے زیادہ فقیہ)، امامُ المُفسّرین (مفسرین کے امام) اور خود عرب ہونے کے علاوہ محاوراتِ اہلِ عرب پر پورا عبور رکھتے ہیں

الاتقان فی علوم القرآن، جلد ۱، ص ۱۳۲، مطبوعہ مصر، للامام السیوطی قدس سرہ میں بروایت اَصحّ الاَسانید "وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" (البقرۃ:173) کی تفسیر "ذَبَحَ لِلطَّوَاغِيتِ-"[14] مروی ہے اور جملہ قُدماءِ مفسرین اور سلف صالحین سے اس کی وضاحت "رَفْعُ الصَّوْتِ عِنْدَ ذَبْحِهِ-" سے کی گئی ہے جیسا کہ آئندہ چل کر معلوم ہو گا۔ (ان شاء اللہ)

اِس مقام پر مطلقاً رفعُ الصَّوت (آواز بلند کرنا) لینا محاورۂ ادبِ عرب اور اِقتضاءِ استعمالِ قرآن میں وہابیوں اور دیوبندیوں کا تصرف (خود ساختہ تبدیلی) کرنا اور یہودیانہ تحریف (یہود کی طرح تحریف کرنا) ہے۔ اور پھر خلافِ محاورۂ ادبِ عرب معنی لینے میں نہ صرف تحریفِ قرآن (قرآن میں معنوی بگاڑ) بلکہ اُس کی تکذیب (جھٹلانا) بھی لازم آتی ہے۔ اور وہ یوں کہ سیاق و سباقِ کلام کو نظر انداز کر کے "اِھلال" کے معنی مطلقاً "رفعُ الصوت" (آواز بلند کرنا) کی بنا پر دنیا میں کوئی بھی حلال جانور حلال قرار نہیں پا سکتا، اور جملہ آیاتِ قرآنیہ جو تحلیلِ بہائم (جانوروں کو حلال قرار دینے) پر مشتمل ہیں، اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ- (اللہ کی پناہ) بے معنی رہ جاتی ہیں۔ تفسیر حضرت اِبنِ عباس رضی اللہ عنہما میں لِلطَّوَاغِيتِ بغیر اللہ کی جگہ تخصیص کے لئے نہیں۔

"كَمَا ذَهَبَ إِلَيْهِ عَطَاءٌ وَمَكْحُولٌ وَالْحَسَنُ الشَّعْبِيُّ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ حَيْثُ أَبَاحُوا ذَبِيحَةَ النَّصْرَانِيِّ إِذَا سُمِّيَ عَلَيْهَا بِاسْمِ الْمَسِيحِ، لِأَنَّهُ خِلَافُ مَذْهَبِ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ: مَالِكٍ وَأَبِي حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالَى، فَإِنَّهُمْ اتَّفَقُوا عَلَى حُرْمَتِهَا عَمَلًا بِظَاهِرِ النَّصِّ-"[15]

یعنی جیسا کہ عطا، مکحول، حسن شعبی اور سعید بن المسیب نے بُت پرستوں کے ذبیحہ کو مخصوص کر لیا ہے اور نصرانی کے ذبیحہ کو جبکہ وہ اس پر مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کا نام لے کر ذبح کرے۔ مباح قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ آئمہ مذاہب امام مالک امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے مذہب کے خلاف ہے اور یہ حضرات آئمہ مجتہدین ممدوحین بنابر ظاہرِ ناص ایسے ذبیحہ نصرانی کے حرام ہونے پر متفق ہیں۔

---

[14]) (الإتقان في علوم القرآن، النوع السادس والثلاثون: في معرفة غريبه، 7/2، الهيئة المصرية العامة للكتاب، الطبعة: 1394 هـ/ 1974 م)

[15]) (حاشية القاضي عبد الحكيم السيالكوتي، قوله أي رفع به الصوت عند ذبحة، ص533، دار الطباعة العامرة، 1853م)

خلاصہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما "مَا أُهِلَّ" کی تفسیر "ماذبح" سے کرتے ہیں اور مطلقا رَفْعُ الصَّوْتِ مراد نہیں لیتے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "در منثور" میں رقمطراز ہیں: "وَأَخْرَجَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ: {وَمَا أُهِلَّ بِهِ}، قَالَ: مَا ذَبَحَ لِغَيْرِ اللهِ۔"[16] یعنی ابن ابی حاتم، مجاہد سے "وَ مَا أُهِلَّ" کے معنی "وَمَا ذَبَحَ لِغَيْرِ اللهِ" کرتے ہیں، یعنی جن پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔

نحوی ترکیب: چونکہ آیتِ قرآنی ایک خالص علمی مسئلہ ہے اِس لئے اسے اہلِ علم کی خاطر نحوی ترکیب بھی عرض کر دوں۔

حضرت علامہ بیضاوی "وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ" کے تحت رقمطراز ہیں:

"أَيْ رُفِعَ بِهِ الصَّوْتُ عِنْدَ ذَبْحِهِ لِلصَّنَمِ"[17] یعنی بت کے لئے جس ذبیحہ پر رفع الصوت کرتے ہوئے آواز بلند کی گئی۔

مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی "حاشیہ بیضاوی" میں لکھتے ہیں: "أَقُولُهُ إِيْ: رَفَعَ بِهِ الصَّوْتَ عِنْدَ ذَبْحِهِ لِلصِّنْمِ الضَّمِيرَانِ، لِمَا زَادَ عَلَى الْكَشَّافِ عِنْدَ ذَبْحِهِ بَيَانًا لِلتَّلَبُّسِ أَوْ لِسَبِيتٍ، الْمُسْتَفَادَةُ مِنَ الْبَاءِ وَهِيَ بَدَلٌ مِنْ "بِهِ" أَوْ عِطْفُ بَيَانٍ، وَالصِّنْمُ مُتَعَلِّقٌ بِالرَّفْعِ، وَمَعْنَى رَفْعِ الصَّوْتِ لِلصِّنْمِ أَنْ يُذْكَرَ اسْمُهُ عِنْدَ الذَّبْحِ عَلَى مَا فِي الْكَوَاشِي وَتَاجِ الْبَهِيقِيِّ وَغَيْرِهِمَا۔"[18]

ترجمہ: بیضاوی کی عبارت میں "بِهِ" اور "ذَبْحِهِ" دونوں مجرور ضمائر "مَا" موصولہ یا موصوفہ یعنی ذبیحہ (ذبح ہونے والے جانور) کی طرف راجع ہیں۔ علامہ بیضاوی نے علامہ جار اللہ زمخشری کی کشاف کی عبارت پر "عِنْدَ ذَبْحِهِ" کا لفظ اس لیے اضافہ کیا ہے تاکہ "با" سے حاصل ہونے والی ملابست (تعلق) یا سببیت (ساتھ ہونا) کو مزید واضح کرے۔ پس "عِنْدَ ذَبْحِهِ"، "بِهِ" کا بدل یا عطف بیان ہے۔ اور "لِلصِّنْمِ" جار و مجرور "رَفْعِ" کے متعلق ہے۔ لہٰذا "رَفْعِ الصَّوْتِ لِلصِّنْمِ" کے معنی یہ ہیں کہ ذبح کے وقت بت کا نام لیا جائے، اور یہی تفسیر "کواشی" اور کتاب تاج اللغۃ بیہقی وغیرہما میں ہے۔

فائدہ: اس ترکیبِ نحویہ سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ قُدماءِ مفسّرین نے "عِنْدَ ذَبْحِهِ" کی قید قرآنی نظم کلام سے اَخذ کی ہے اور اس کی وجہ عادتِ جاریہ مشرکین قرار دینا نہ صرف غلط بلکہ تحریفِ معنوی ہے۔

مفسرین و محدثین اور فقہاءِ کرام رحمہم اللہ

یہ تو ادنی آدمی بھی جانتا ہے کہ دیوبندی بریلوی اختلاف سے پہلے کے حضرات نے قرآن و حدیث اور اسلام کو سمجھا، یہ دونوں گروہ ان حضرات کے خیر خواہ ہیں اور وہی حضرات فرماتے ہیں:

۱۔ "مدارک التنزیل" میں علامہ نسفی حنفی مصنف "کنز الدقائق" "وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ" کے تحت لکھتے ہیں:

---

[16] (تفسير الدر المنثور، البقرة: 173، 1 / 407، دار الفكر - بيروت)

[17] (تفسير البيضاوي، البقرة: 173، 1 / 120، دار إحياء التراث العربي)

[18] (تفسير البيضاوي مع حاشية عبدالحكيم السيالكوتي، البقرة: 173، 2 / 57، دار الكتب العلمية، بيروت - لبنان، طبعة أولىٰ)

"أَيْ: ذَبْحٌ لِلْأَصْنَامِ، فَذُكِرَ عَلَيْهِ غَيْرُ اسْمِ اللهِ، وَأَصْلُ الإِهْلَالِ رَفْعُ الصَّوْتِ"[19]

یعنی آیت "مَا أُهِلَّ" کے معنی بتوں کے لئے ذبح کیا گیا۔ پس اس پر غیر خدا کا نام ذکر کیا گیا اور اھلال کا اصل رفع الصوت ہے۔

فائدہ: "ذَبْحٌ لِلْأَصْنَامِ" کے بعد فعل "ذُكِرَ" پر حرف "فا" لانے میں صراحت کی گئی ہے کہ فعلِ ذبح پر بلا تراخی (بغیر کسی وقفہ کے) غیر خدا کا ذکر کرنا مقصودِ آیت ہے۔

۲۔ جلالین میں ہے: "(وَمَآ أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ) أَيْ: ذَبْحٌ عَلَى اسْمِ غَيْرِهِ، وَالإِهْلَالُ رَفْعُ الصَّوْتِ، وَكَانُوا يَرْفَعُونَهُ عِنْدَ الذَّبْحِ لِآلِهَتِهِمْ."[20]

یعنی آیتِ مذکورہ کے معنی ہیں کہ ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا جائے اور "إِهْلَالُ" کے معنی آواز بلند کرنا ہیں اور کفار اپنے معبودوں کا نام ذبح کرتے ہوئے بلند کیا کرتے تھے۔

۳۔ تفسیر حاوی میں ہے: "(وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ) أَيُّ: وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ مَا ذُكِرَ عَلَيْهِ عِنْدَ الذَّبْحِ اسْمُ غَيْرِ اللهِ، وَذَلِكَ أَنَّهُمْ كَانُوا يَذْبَحُونَ لِأَصْنَامِهِمْ يَتَقَرَّبُونَ بِذَبْحِهَا إِلَيْهِمْ، فَحَرَّمَ اللهُ كُلَّ ذَبِيحَةٍ يُتَقَرَّبُ بِذَبْحِهَا إِلَى غَيْرِ اللهِ تَعَالَى، وَلِذَلِكَ قَالَ الْفُقَهَاءُ: إِنَّ الذَّابِحَ لَو سَمَّى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اللهِ تَعَالَى فَقَالَ: بِسْمِ اللهِ وَمُحَمَّدٌ؛ حُرِمَتِ الذَّبِيحَةُ."[21]

ترجمہ: آیتِ سورہ مائدہ کے معنی یہ ہیں جس جانور پر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام ذکر کیا جائے تم پر حرام کیا گیا ہے اور یہ اس لئے کہ مشرکین اپنے بتوں سے تقرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کیا کرتے تھے لہذا اللہ تعالی نے اسے حرام قرار دیا۔

فائدہ: فقہا نے کہا ہے کہ اگر ذبح کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ نبی علیہ وعلیٰ آلہ وصلوۃ والسلام کا نام بھی لے لے اور کہے "بِسْمِ اللهِ وَمُحَمَّدٌ" ذبیحہ حرام ہو جائے گا۔

ہدایہ میں ہے:

"وَالثَّالِثَةُ: أَنْ يَقُولَ مُفَصَّلًا عَنْهُ صُورَةً وَمَعْنًى، بِأَنْ يَقُولَ قَبْلَ التَّسْمِيَةِ وَقَبْلَ أَنْ يَضْجَعَ الذَّبِيحَةَ أَوْ بَعْدَهَا، وَهَذَا لَا بَأْسَ بِهِ لِمَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ بَعْدَ الذَّبْحِ: "اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ هَذِهِ عَنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ مِمَّنْ شَهِدَ لَكَ بِالْوَحْدَانِيَّةِ وَلِيَ بِالْبَلَاغِ"، وَالشَّرْطُ هُوَ الذِّكْرُ الْخَالِصُ الْمُجَرَّدُ عَلَى مَا قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: جَرِّدُوا التَّسْمِيَةَ."[22]

---

19) (تفسير النسفي ، البقرة: 173، 1/ 151، دار الكلم الطيب، بيروت، الطبعة: الأولى، 1419 هـ - 1998 مـ)

20) (حاشية الصاوي على تفسير الجلالين، البقرة: 173، 1/ 104، دار الكتب العلمية بيروت، لبنان)

21) (تفسير الحداد المطبوع خطأ باسم التفسير الكبير للطبراني، المائدة:3، 2/ 346، دار الكتاب الثقافي الأردن – إربد، الطبعة: الأولى، 2008 م)

22) (الهداية في شرح بداية المبتدي، كتاب الذبائح، من تحل ذبيحته و من لا تحل، 4/ 348، دار احياء التراث العربي، بيروت – لبنان،الطبعة: الأولى، 1425 هـ - 2004 م)

یعنی تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ صورتاً و معنیً کسی کا نام لے، اس طرح کہ تسمیہ اور ذبیحہ کے لٹانے سے قبل یا بعد کوئی نام لے، اور اس میں کوئی حرج نہیں؛ جیسا کہ مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے بعدِ ذبح فرمایا: "اے اللہ! یہ اُمتِ محمد ﷺ سے ہے، اُس کی طرف سے قبول فرما، جس نے تیری وحدانیت اور میری رسالت پر شہادت دی ہے۔" اور ذبح میں خالص مجرد ذکر شرط ہے۔ قولِ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ: "صرف تسمیہ کہا کرو"۔ (انتهى مافى الهداية)[23]

عنایہ شرح ہدایہ میں ہے: "أَنَّ الْمُرَادَ بِهِ الذِّكْرُ بِاللِّسَانِ يُقَالُ ذَكَرَ عَلَيْهِ إِذَا ذَكَرَ بِاللِّسَانِ"[24]

یعنی "وَلا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ" (الأنعام: 121) میں ذکر سے ذکرِ لسانی مراد ہے جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے۔

اور ہدایہ میں ہے: "أَنْ يَقُولَ مُفَصَّلًا عَنْهُ صُورَةً وَمَعْنًى-" کی توضیح "بِأَنْ يَقُولَ قَبْلَ التَّسْمِيَةِالخ" سے بھی ہر دو صورتوں میں ذکر لسان مقصود ہے اور اس کے خلاف کچھ کہنا خلافِ مقصودِ متکلم ہے اور "بِمَا لَا يَرْضَى بِهِ الْقَائِلُ"[25] کے مِصداق (حقدار)۔

تفسیر حسینی میں ہے: "{وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ}: حرام كرد آنچه آواز برداشته شد بآن وقت ذبح لغيرالله براى غيرخداتعالى بنام بتان ياباسم پيغمبران بكشند۔"[26]

اور سورہ مائدہ کی آیت کے تحت لکھا ہے:

"وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ" وآنچه آواز برداشبت باشند يعنى ياد كرده باشند وغيرخدا را نزديک ذبح ومراد ذبيحه كفاراست كه بنام لات وعزىٰ وغيرآں مى كشتند"

یعنی "وَمَآ أُهِلَّ بِهِ" کے معنی ہیں اور حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اُس ذبیحہ کو کہ جس پر ذبح کے وقت آواز بلند کریں، "لِغَيْرِ اللهِ" غیر خدا کے لئے بتوں کے نام سے یا اسماء پیغمبروں پر ذبح کریں۔ اور سورہ مائدہ کی آیت کے تحت لکھا ہے: "وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ" اور جس نے ذبیحہ پر آواز بلند کی یعنی غیر خدا کا نام ذبح کے وقت لیا جائے اور اس سے مراد کفار کا ذبیحہ ہے کہ وہ لات اور عزیٰ وغیرہ بتوں کے نام لے کر ذبح کرتے تھے۔

جلالین، سورہ مائدہ، ص ۹۲ میں ہے:

" (وَمَآ أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ) أَيْ: ذَبْحٌ عَلَى اسْمِ غَيْرِهِ" یعنی آیۂ محولہ کے معنی ہیں کہ ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔

جامع البیان میں ہے: "(وَمَاأُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ) لِقَوْلِهِ عِنْدَ الذَّبْحِ: بِسْمِ اللَّاتِ وَالْعُزَّى، وَالْإِهْلَالُ: رَفْعُ الصَّوْتِ-"[27]

یعنی ذبح کرتے وقت مثلاً لات اور عُزّیٰ کے نام سے کہے اور "إِهْلَالُ" آواز بلند کرنا ہے۔

---

[23] "یہی پر ہدایہ کی عبارت ختم ہوئی" (نوری)

[24] (العناية شرح الهداية – بهامش فتح القدير ،كتاب الذبائح ، 9/ 490، شركة مكتبة ومطبعة مصفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الأولى، 1389 هـ – 1970م)

[25] "ایسی بات کے ساتھ جس پر خود کہنے والا راضی نہ ہو۔" (نوری)

[26] (تفسیرِ حسینی، البقرة: 173،کتابخانه ایرانشناسی)

[27] (تفسير الإيجي جامع البيان في تفسير القرآن، المائدة:1، 1/ 439، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1424 هـ – 2004 م)

جامع البیان میں سورہ بقرہ کے حوالے سے ہے:

"(وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ): مَا ذُكِرَ اسْمُ غَيْرِ اللهِ عِنْدَ ذَبْحِهِ، وَهَذِهِ الْآيَةُ رَدٌّ عَلَى مَنْ حَرَّمُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَشْيَاءَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ، فَالْرُدُو قَصْرُ الْحُرْمَةِ عَلَى مَا ذُكِرَ مِمَّا اسْتَحَلُّوهُ وَلَا مُطْلَقًا، فَلَا يُرَدُّ أَنَّ الْمُحَرَّمَاتِ غَيْرَهَا كَثِيرَاتٌ-"[28]

یعنی آیتِ سورہ بقرہ کے یہ معنی ہیں کہ وہ ذبیحہ حرام ہے جس پر ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے اور یہ آیت ان لوگوں پہ جنہوں نے اپنی طرف سے کئی اشیاء حرام کی ہوئی تھیں رد ہے۔ پس اشیاءِ مذکورہ پر حرمت کا قصر اُن لوگوں کی نسبت سے ہے جنہوں نے انہیں حلال گردانا ہوا تھا۔ لہذا یہ ایراد نہیں ہو سکتا کہ ان کے علاوہ حرام اشیاء تو بکثرت ہیں۔

خلاصہ آیت: وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ

آیات "وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ"(البقرة: 173) اور "وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ"(المائدة: 3) کے معنی "إِهْلَالُ عِنْدَ الذَّبْحِ" ہی ہیں اور اس کے خلاف اضافت بادنی بلابست کو تقرُّب اور عبادت قرار دینا تعامُلِ امتِ مرحومہ کو جو کتاب وسنّت کی روشنی میں حق اور جائز ہے، جھٹلانا ناجائز، حرام اور شرک قرار دینا فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانا ہے۔ یہ قطعاً غلط ہے کہ عادتِ جاریہ مشرکین کی بناء پر مفسرینِ کرام نے عند الذبح کی قید کا ذکر کیا ہے۔ نہیں ہر گز نہیں "بالذبح" یہ قرآنی سیاق تھی اور قواعدِ عربیہ کا تقاضا ہے۔

باب ۳: تفسیرِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

بہتر تفسیر قرآنی وہی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان فرمائی، نمونہ کے طور پر چند حوالے ملاحظہ ہوں:

۱۔ أَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ: {وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ}، قَالَ: مَا ذَبَحَ-

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "مَآ اُهِلَّ" بمعنی "مَا ذَبَحَ" جس کے لئے پکارا جائے۔

۲۔ "وَأَخْرَجَ ابْنُ جَرِيرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ: {وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ}، يَعْنِي: مَا أَهَلَّ لِلطَّوَاغِيتِ-"

یعنی وہ جو بتوں کے لئے پکاری جائے۔

۳۔ عَنْ مُجَاهِدٍ: {وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ} قَالَ: مَا ذَبَحَ لِغَيْرِ اللهِ- یعنی مجاہد نے فرمایا کہ "وَمَآ اُهِلَّ" سے "مَا ذَبَحَ لِغَيْرِ اللهِ" ہے۔

۴۔ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ: {وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ} يَقُولُ: مَا ذُكِرَ عَلَيْهِ اسْمُ غَيْرِ اللهِ-

یعنی "مَآ اُهِلَّ" کا معنی یہ ہے کہ جس پر غیر اللہ کا نام ذکر کیا جائے۔ (یہ تمام حوالے تفسیر درمنثور[29] میں ہیں۔)

---

[28] (تفسير الإيجي جامع البيان في تفسير القرآن، البقرة:168، 1/ 118 إلى 119، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1424 هـ – 2004 م)

[29] (تفسير الدر المنثور ، البقرة: 173، 1 / 407، دار الفكر – بيروت)

۵۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ "قَالَ الرَّبِيعُ بْنُ أَنَسٍ: يَعْنِي مَا ذُكِرَ عِنْدَ ذَبْحِهِ اسْمُ غَيْرِ اللهِ-"[30]

یعنی یہ وہ جو ذبح کے وقت اس پر غیر اللہ کا نام ذکر کیا۔

کُتُبِ معتبرہ فقہ بحر الرائق علامہ زین، الاشباہ والنظائر حموی، رد المحتار علامہ شامی، وغیرہ کی عبارات سے پایا جاتا ہے کہ ذبیحہ کی حرمت کا مدار تقریب غیر اللہ پر ہے۔ اور تقرُّب اصطلاحِ فقہ میں مطلقاً اِراقۃ الدّم (خون بہانا) ہے۔ لہذا اگر اِراقۃ الدّم، جان کشی اور جان لینا صرف اللہ تعالٰی کے لئے ہو اور مذبوح (گوشت وغیرہ) سے مطلوب گو غیر اللہ کا اکرام بھی ہو تو ذبیحہ بالاتفاق حلال ہے۔ اَعراس، ولائم (ولیمہ) عقیقہ، مہمانداری اور تجارت کے ذَبائح اِسی ذیل میں آتے ہیں۔ اور ذَبیحہِ مُنذورہ (نذر کیا گیا جانور) برائے اِہداءِ ثواب (ثواب پہنچانے کے لئے) بارواحِ موتی (مُردوں کی رُوحوں کو) بھی اِسی مُسلَّمہ (یقینی و تسلیم شُدہ) اَصل کے تحت مُطلقاً حلال ہے اور اِس کو حرام قرار دینے کے لئے اَوہامِ وَاھیہ (بے بنیاد خیال) سے قرائنِ خیالیہ (فرضی نشانیاں) گھڑنا ایک مومن کی شان نہیں۔

۱۔ علامہ سید محمد ابنِ عابدین شامی اپنی مشہور زمانہ اور مستند کتاب رد المحتار میں جلد ۵، صفحہ ۱۱۷-۱۱۸ در مختار کی عبارت "وَلَو ذَبَحَ لِلضَّيْفِ لَا يَحْرُمُ-" کے تحت لکھتے ہیں:

"(قَوْلُهُ لَا يَحْرُمُ إلَخْ) قَالَ الْبَزَّازِيُّ: وَمَنْ ظَنَّ أَنَّهُ لَا يَحِلُّ لِأَنَّهُ ذَبْحٌ لِإِكْرَامِ ابْنِ آدَمَ فَيَكُونُ أَهَلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ تَعَالَى، فَقَدْ خَالَفَ الْقُرْآنَ وَالْحَدِيثَ وَالْعَقْلَ فَإِنَّهُ لَا رَيْبَ أَنَّ الْقَصَّابَ يَذْبَحُ لِلرِّبْحِ، وَلَوْ عَلِمَ أَنَّهُ نَجِسٌ لَا يَذْبَحُ فَيَلْزَمُ هَذَا الْجَاهِلَ أَنْ لَا يَأْكُلَ مَا ذَبَحَهُ الْقَصَّابُ وَمَا ذُبِحَ لِلْوَلَائِمِ وَالْأَعْرَاسِ وَالْعَقِيقَةِ"انتهى[31]

در مختار کی عبارت کہ "اگر مہمان کے لئے ذبح کیا حرام نہیں ہوتا۔" پر علامہ شامی، رقمطراز ہیں کہ بزازی نے کہا ہے اور جو یہ گمان کرتا ہے کہ تحقیق یہ حلال نہیں۔ کیونکہ اس نے آدمی کے اکرام کے لئے ذبح کیا ہے پس "أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ" میں داخل ہے تو تحقیق اس نے قرآن وحدیث اور عقل کی مخالفت کی ہے پس تحقیق بلاشبہ قصائی نفع کے لئے ذبح کرتا ہے اور اگر وہ جانتا کہ اس میں نقصان ہے تو ذبح نہ کرتا پس اس جاہل پر لازم ہے کہ قصائی ولیموں، تقریبات شادی اور عقیقہ کے ذبائح نہ کھائے۔

فائدہ: علامہ شامی کی عبارت اپنے مفہوم پر واضح ہے کہ اکرامِ انسانیت یا کسی جائز غرض کے لئے ذبح کرنے کو "أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ" کی ذیل میں لانا قرآن وحدیث اور عقلِ صحیح کی مخالفت ہے اور پرلے درجہ کی جہالت۔ اس کے بعد "(ذُبِحَ لِقُدُومِ الْأَمِيرِ) وَنَحْوِهِ كَوَاحِدٍ مِنْ الْعُظَمَاءِ (يَحْرُمُ) لِأَنَّهُ أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ (وَلَوْ) وَصُلِّيَ عَلَيْهِ (ذَكَرَ اسْمَ اللهِ تَعَالَى)" کی عبارت سے یہ واضح کیا ہے کہ اگر کسی امیر یا ویسے ہی کسی بزرگ کی آمد کی تقریب پر کوئی جانور اگرچہ اللہ تعالٰی کا نام لے کر ذبح کیا جائے، حرام ہو جاتا ہے کیونکہ اس نے تقرُّبِ غیر اللہ کا ارادہ کیا ہے اور پھر "وَالْفَارِقُ أَنَّهُ إنْ قَدَّمَهَا لِيَأْكُلَ مِنْهَا

---

30) (التفسير المظهري، البقرة: 173، 1 / 170، مكتبة الرشدية – الباكستان، الطبعة: 1412هـ)

31) (حاشية ابن عابدين = رد المحتار ط الحلبي، كتاب الذبائح، قَوْلُهُ لَا يَحْرُمُ إلَخْ، 6/ 309، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية 1386 هـ = 1966م)

الخ" سے حقیقت کو یوں بیان کیا ہے کہ اگر ذبیحہ سے صرف إِرَاقَةُ الدَّمْ (خون بہانا) مقصود نہیں ہے بلکہ مَذبُوح (ذبح کئے ہوئے جانور) سے مَنفَعَت (فائدہ لینا) مطلوب ہے تو ذبیحہ حلال ہے ورنہ حرام۔[32]

۲۔ قُدوۃ المحققین علامہ برہان الدین لکھنوی میں ہے:

"اما ذبیحہ کہ نذر اولیاء و دیگر اموات مقرر گردیدہ بطوریکہ گذشت بیان او سابقا و تشہیر دادہ شد کہ این جانور برائے نذر غوث الاعظم است پس سبب آنکہ تناول گوشت مراد از دست و فاتحہ و ثواب نہ جان کشی بطور بھوک پس در آن جا حقیقت تقرب الی غیر اللہ یافتہ نہ شدہ كَمَا مَرَّ مِنْ عِبَارَةِ الدُّرِّ الْمُخْتَارِ-از قولہ تعالٰی: وَمَآ أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ خارج گشت كَمَا يَظْهَرُ بِتَعَامُلٍ فِي فَتْحِ الْعَزِيزِ- و ہم چنیں است حکم طعام و حلوا کہ بنذر بزرگان مشہور شدہ و منظور ازاں آنست کہ مسلمانان خورند تا ثواب راجع شود پس گمان کردن آنکہ نذرورد طعام و جانوران مشتہرہ باہم بزرگان مطلقا مردار حرام است. مبنی است بر قلت تدبر در آں کلام و منافی است باحکام فقہا اعلام چہ در عالمگیری است کہ اگر کسے قبل از ذبح گوید کہ الٰہی قبول گرداں بنام فلاں بعدہ ذبح کرد حلال است این ذبیحہ و ہم چنیں است در ہدایہ و این نوع ذبح بے شبہ جائز است واللہ اعلم بالصواب"[33] (زبدۃ النصائح فی مسائل الذبائح، ص ۶۱)

یعنی بہر حال جو ذبیحہ اولیاء کرام اور دیگر اموات کی نذر کے لئے مقرر ہو گیا جیسا کہ پہلے اس کا بیان گزرا اور شہرت دی گئی کہ یہ جانور نذرِ غوث الاعظم کے لئے ہے پس اس لئے کہ مقصود گوشت کھانا، فاتحہ دلانا اور ثواب پہنچانا ہے نہ کہ بطور بھوک جان لینا۔ پس اس میں در حقیقت تقرُّب غیر اللہ نہیں پایا گیا جیسا کہ عبارت "در مختار" سے گذرا اور آیہ "وَمَآ أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ" سے خارج ہو گیا۔ جیسا کہ عبارت فتح العزیز شاہ عبد العزیز محدث دہلوی میں تامل سے ظاہر ہوتا ہے اور یہی حکم حلوا اور طعام کا ہے جو بزرگوں کے نام پر شہرت دیا گیا ہو اور اس سے منظور یہ ہے کہ مسلمان کھائیں تا کہ ان بزرگوں کو ثواب ملے پس یہ گمان کرنا کہ نذریں اور بزرگوں کے نام سے مشہور جانور اور طعام مطلقاً مردار اور حرام ہیں۔ فتح العزیز کی عبارت میں قلت تدبر کی وجہ سے ہے اور اہل علم فقہا کے مخالف ہے کیونکہ عالمگیری میں ہے کہ اگر کوئی آج سے پہلے کہے کہ یا اللہ فلاں کے نام پر قبول فرما اور پھر ذبح کیا تو یہ ذبیحہ حلال ہے اور اسی طرح ہدایہ میں ہے اور اس طرح کا ذبح کرنا بلاشبہ اور بے شک جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

باب ۴: سوالاً جواباً

اب مخالفین کے چند سوالات ملاحظہ ہوں اگرچہ در حقیقت وہ کوئی سوالات نہیں لیکن پھر بھی مخالفین کے خیالاتِ فاسدہ کا ازالہ ضروری ہے۔

---

32) (حاشية ابن عابدين = رد المحتار ط الحلبي، كتاب الذبائح، قَوْلُهُ لَا يَحْرُمُ إلَخْ، 6/ 309، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية 1386 هـ = 1966م)

33) (زبدة النصائح فی مسائل الذبائح. ص 61. مطبع محمدی. لکھنؤ)

سوال ۱: مسئلہ "وَلَو ذَبَحَ لِقُدُومِ الْأَمِيرِ الخ" کے ضمن میں صاحبِ درمختار کے "لِأَنَّهُ أَهَلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ" کے بعد "وَلَو ذُكِرَ اسْمُ اللهِ تَعَالَى عَلَيْهِ"[34] کے ذکر کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ آیتِ قرآنیہ میں "اھلال" سے مطلقاً رفع الصوت مراد ہے اور "عند الذبح" کی قید مفسرین کرام نے عادتِ جاریہ مشرکین کی وجہ سے ایزاد کی ہے نہ کہ اقتضاءِ سیاقِ کلام اور قواعدِ نحویہ سے متضاد۔

جواب: عبارتِ درمختار میں "لِأَنَّهُ أَهَلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ"[35] نہ آیتِ قرآنیہ ہے اور نہ ہی اس کی تفسیر بلکہ کنایہ اس کے لازم معنی تقرّب لغیر اللہ کی تعبیر ہے۔

زبدۃ النصائح فی مسائل الذبائح، صفحہ ۵۵ میں ہے کہ حاجی محمد رفیع الدین خان مراد آبادی قدس سرہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "البدور السافرۃ" کے ترجمہ کے بعض مقامات پر لکھتے ہیں:

"نذر بزرگان که برائے قضاء حوائج معمول و مرسوم است حقیقت آں نذر آنست که اهداء ثواب طعام و اتفاق و بذل مال بروح میت که امریست مسنون ازروی احادیث صحیحه مثل آنچه دربخاری و مسلم از حال سعد و غیرآں۔ وبدیں نذر ملزم نمی شود پس حاصل او ایں است مثلا ابدی ثواب ہذا القدر الی روح فلاں ذکرولی برائے تعیین عمل مقتدوراست نه برائے مصرف او اوحکم انه یجب قرنیه معتبره فی الشرع "[36]

یعنی بزرگوں کی نذر جو حاجات بر آری کے لئے اہل اسلام میں جاری وساری ہے۔ اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ مال ومتاع کے خرچ کرنے اور کھانا کھلانے کے ثواب کا ہدیہ میت کی روح کو پہنچانا از مروی احادیثِ صحیحہ امر مسنون ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں سعد وغیرہ کے حال سے ثابت ہے اور اس نذر سے تصور وار (عبادت یا پرستش کا گمان) نہیں ہوتا۔ پس اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے اللہ اگر تو نے مجھے مثلاً شفا دے دی تو میں اس قدر کا ثواب فلاں کی روح کو ہدیہ کروں گا اور ولی کا ذکر فعل نذر کے تعین کے لئے ہے نہ کہ مصرف کے لئے اور اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی نذر کا پورا کرنا واجب ہے کیونکہ شرعاً یہ قربت معتبرہ ہے۔

جواب ۲: مسئلہ "لَو ذُبِحَ لِقُدُومِ الْأَمِيرِ وَنَحْوِهِ أَحَدٍ مِنْ مَعَظَّمٍ يَحْرُمُ" کے بارے میں امام نووی اپنی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

"هَذَا إِنَّمَا يَذْبَحُونَهُ اسْتِبْشَارًا بِقُدُومِهِ، فَهُوَ كَذَبْحِ الْعَقِيقَةِ لِوِلَادَةِ الْمَوْلُودِ، وَمِثْلُ هَذَا لَا يُوجِبُ التَّحْرِيمَ"[37]

یعنی کسی بزرگ یا امیر کی آمد پر اس کی تشریف آوری کی خوشی میں ذبح کرنا عقیقہ کے ذبیحہ کی طرح ہے جو ولادت مولود کے لئے مشروع ہے اور ایسی صورتیں حرام نہیں ہیں۔

---

34) (حاشية ابن عابدين = رد المحتار ط الحلبي، كتاب الذبائح، قَوْلُهُ لَا يَحْرُمُ إلَخْ، 6/ 309، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية 1386 هـ = 1966م)

35) (حاشية ابن عابدين = رد المحتار ط الحلبي، كتاب الذبائح، قَوْلُهُ لَا يَحْرُمُ إلَخْ، 6/ 300، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية 1386 هـ = 1966م)

36) (زبدۃ النصائح فی مسائل الذبائح، ص55، مطبع محمدی، لکھنؤ)

37) (شرح النووي على مسلم، كتاب الأضاحي، باب تحريم الذبح لغير الله تعالى ولعن فاعله، 13/ 141، الحديث 1978، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الثانية، 1392هـ)

جواب۳: مسلمان کے قول و فعل کو غیر مشروع معنی پر حمل کرنا ناجائز اور حرام ہے اور اس پر بد گمانی گناہ (قرآن) اور کنز العمال، ج۳، صفحہ ۲۴۱، مطبوعہ مصر میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ دیہاتی لوگ جو تازہ تازہ اسلام لائے ہیں گوشت فروخت کرنے کے لئے آیا کرتے ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے قاعدہ شرعیہ کے مطابق ذبح کیا ہے، ان سے گوشت خریدیں یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " سَمُّوا اللهَ عَلَيْهِ وَكُلُوهُ-"[38] یعنی اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھالیا کرو۔

(رواہ البخاري جلد ۴، ص ۱۷۷، مطبوعہ مصر، وابن ماجہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا، صفحہ ۲۳۶)

فائدہ: شارحینِ حدیث اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

"عِنْدَ ذَبْحِهِ يَصِحُّ أَكْلُهُ إِذَا كَانَ الذَّابِحُ مِمَّنْ يَصِحُّ أَكْلُ ذَبِيحَتِهِ حَمْلًا لِحَالِ الْمُسْلِمِ عَلَى الصَّلَاحِ"[39]

یعنی اس ذبیحہ کا کھانا حلال ہے جبکہ ذبح کرنے والا یا ایسا شخص ہو کہ اس کا ذبیحہ کھانا درست ہو کیونکہ مسلمان کے حال کا یہی تقاضا ہے۔

کتب معانی میں ہے: " أَشَابَ الصَّغِيرُ وَأَفْنَى الْكَبِيرُ... كَرَّ الْغَدَاةَ وَمَرَّ الْعَشِيَّ-"[40]

یعنی صبح و شام کی گردش نے بچے کو جوان اور بوڑھے کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ "کا مومن سے صدور قرینہ معنویہ ہے کہ یہاں نسبت فاعلیت حقیقی نہیں، مجازی ہے۔

جواب: لفظِ نذر کے استعمال کو حُرمت کے لئے دلیل لانا بھی مفید نہیں کیونکہ نذر عرفی نیاز کے معنی میں مستعمل ہے۔

"نَذْرُ الْأَوْلِيَاءِ مُؤَوَّلٌ بِأَنَّ النَّذْرَ للهِ وَالثَّوَابَ لَهُمْ، كَذَا قَالَ صَاحِبُ نُورِ الْأَنْوَارِ فِي تَفْسِيرِ أَحْمَدِيّ-"

یعنی نور الانوار کے مصنف اپنی تفسیر احمدی میں فرماتے ہیں: اولیاء اللہ کی نذر کے یہ معنی ہیں کہ نذر تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور ثواب اولیاء اللہ کے لئے۔

گھر کی گواہی: مولوی اسماعیل دہلوی بھی اس مسئلہ کے حق میں ہونے میں ہمارے ساتھ ہیں۔ چنانچہ زبدۃ النصائح فی مسائل الذبائح، صفحہ ۱۰۴ میں ہے: "اما از زبان لفظ نذر گوید خلل در آن هست یا نه نظر باینکه این لفظ در شرع مستعمل برائے معنی است که مختص بخدا است باید که شائبه از ممنوعات شرعیه در آن باشد و ادنائے آن ترک اولی است اما حرام نمی تواں گفت و قصه مسلماناں که

---

[38] (صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب من لم ير الوساوس ونحوها من الشبهات، 2/ 726، الحديث1952، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

سَمُّوا اللهَ عَلَيْهِ أَنْتُمْ فَكُلُوا-(كنز العمال)

(كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، كتاب الذبح من قسم الأقوال، حرف الذال، الباب الأول: في أحكام الذبح وآدابه، 6/ 261، الحديث15598، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الخامسة، 1405هـ - 1985م)

[39] (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصيد والذبائح، 6/ 2646، الحديث4069، دار الفكر، بيروت - لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ - 2002م)

[40] (علم المعاني (دراسة ـــ وتحليل)، اقسام المجاز العقلي باعتبار طرفيه، ص54، مكتبة وهبة، 1408هـ، 1988م)

سَمُّوا اللهَ عَلَيْهِ أَنْتُمْ فَكُلُوا-(كنز العمال)

(كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، كتاب الذبح من قسم الأقوال، حرف الذال، الباب الأول: في أحكام الذبح وآدابه، 6/ 261، الحديث15598، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الخامسة، 1405هـ - 1985م)

بجائے اسلمنا صبانا گفتند شاید آنست و چونکہ آں مسلمانان در ملک حرب و جاہلیت بودند معذور شدند و اگر از الفاظ مشترکہ بسبب استعمال صرف این دیار اشتراک پیدا کردہ گفتہ آید باکی نیست"[41]

یعنی بہر حال، اگر زبان سے لفظ "نذر" کہا جائے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ اس میں کوئی خرابی ہے یا نہیں، کیونکہ یہ لفظ شریعت میں ایسے معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے، لہٰذا اس میں ممنوعاتِ شرعیہ (شرعاً ناپسندیدہ پہلوؤں) کا شائبہ (اندیشہ) ہونا ممکن ہے، اور اس کا ادنیٰ درجہ ترکِ اَولیٰ ہے، لیکن اسے حرام نہیں کہا جاسکتا۔ اور مسلمانوں کا وہ واقعہ کہ انہوں نے "اَسلَمنا" (ہم اسلام لائے) کے بجائے "صَبَأنا" (ہم نے پرانے دین سے رجوع کیا) کہا تھا، اس بات پر شاہد (گواہ) ہے، اور چونکہ وہ مسلمان دارالحرب (کافروں کے ملک) میں اور زمانۂ جاہلیت کے قریب تھے، اس لیے معذور قرار دیے گئے۔ اور اگر ایسے مشترکہ الفاظ (جو ایک سے زیادہ معنی رکھتے ہیں) جن کے استعمال کی وجہ سے اس علاقے (ملک) کے عرف میں اشتراک پیدا ہو گیا ہو، بولے جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

یہ عبارت اپنے مفہوم پر واضح ہے اور ہماری تحقیق کے بالکل مطابق، اور سنئے یہی مذکور الصدر حضرت اِسی رسالہ کے صفحہ ۱۰۵ پر فرماتے ہیں:

"اگر شخصے بزی را خانہ پرورکند تا گوشت او خوب شود اورا ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خو اندہ بخوراند خللے نیست"[42]

یعنی اگر کوئی بکری کو گھر میں پالے تاکہ اس کا گوشت اچھا ہو جائے اور اس کو ذبح کرے اور پکا کر غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی فاتحہ پڑھ کر کھلائے کوئی حرج نہیں۔

انتباہ: "وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" کی غلط تفسیر کرنے والوں کے شہید و امام نے کس قدر جرات اور جسارت سے ان کی تمام غلط کاریوں کا بخیہ ادھیڑ کر رکھ دیا ہے اور ان کی سیہ کاریوں کا کس خوبصورتی سے پردہ چاک کر دیا ہے کیا اضافت اور تشہیر کو تقرّب لغیر اللہ قرار دینے میں جملہ تفاسیر متقدمین کے علاوہ خود اپنے امام و مقتدا کی تکذیب و تردید نہیں۔ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا۔ (اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔)

اور ۱۰۶ میں ہے: "بقصد تقرب خدائے تعالیٰ ذبح کند و ثواب عبادت ذبح بدیگرے رساند و ایں ہم رواست و جانور حلال طیب زیرا کہ در اضحیہ عبادت صرف ذبح است"[43]

یعنی خدا کے تقرب کے ارادہ پر ذبح کرے اور ذبح کی عبادت کا ثواب دوسرے کو پہنچائے یہ بھی درست ہے۔ اور جانور حلال طیب ہو کیونکہ قربانی میں صرف ذبح عبادت ہے۔

سوال: اگر ذبیحہ منذورہ (نذر مانا ہوا جانور) اولیاء اللہ کے ایصال ثواب کے لئے ہے اور اِراقۃ الدّم (خون بہانا) منظور نہیں، بازار سے گوشت خرید لیا جائے۔

---

41) (زبدۃ النصائح فی مسائل الذبائح، ص104، مطبع محمدی، لکھنؤ)

42) (زبدۃ النصائح فی مسائل الذبائح، ص105، مطبع محمدی، لکھنؤ)

43) (زبدۃ النصائح فی مسائل الذبائح، ص106، مطبع محمدی، لکھنؤ)

جواب: اگرچہ اس کا جواب محولہ عبارت میں امام الطائفہ کے بیان سے واضح ہے مگر کچھ اور بھی ملاحظہ فرمایئے کہ یہ وہی بدگمانی اور سُوظَنّی (بدگمانی) ہے جو گناہ ہے اور "وَالظَّنُّ لَا يَغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا۔" الایہ ظن وگمان پر حق وصداقت کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔ كَمَا مَرَّ آنِفًا-(جیسا کہ ابھی گزرا) نیز فاتحہ اور ایصال ثواب کے لئے اہتمام مقصود ہوتا ہے جس طرح مہمان عزیز کے لئے باوجودیکہ بازار سے گوشت مل سکتا ہو گھر پر جانور ذبح کرلیا جاتا ہے۔

مزید برآں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے فعلِ ذبح یعنی اراقۃ الدم بھی شرائط مقررہ مندرجہ کتب فقہ کے ساتھ قربت وطاعت ہے اور اس ثواب کا ایصال (ثواب پہنچانا) بھی مقصودِ خاطر (ارادہ ومقصد) ہو تو کس طرح بازار سے گوشت خرید کیا جاسکتا ہے اور اگر فعلِ ذبح (ذبح کا عمل) بوجہِ انتفاءِ شرائط (شرائط کے نہ پائے جانے) موجبِ ثواب (ثواب کا باعث) نہ بھی ہو تو گوشت کے حلال ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا، مثلاً اُضحیہ کا قربانی کی کسی شرط کے نہ پائے جانے پر قربانی کا ادا نہ ہونا گوشت کو حرام نہیں کرتا بلکہ وہ حلال، طیب ہی رہتا ہے۔ اس کی مزید تفصیل آئے گی۔ (ان شاء الله)

سوال: "وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" کا تم نے معنی کیا ہے "مَا ذُبِحَ عَلَى غَيْرِ اسْمِ اللهِ-" وہ جو اسمِ غیر اللہ پر ذبح کیا جائے، یہ اصولِ فقہ کے خلاف ہے اِس لیئے کہ "وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" کا حقیقی معنی چھوڑ کر "مَا ذُبِحَ عَلَى غَيْرِ اسْمِ اللهِ-" مجازی معنی لینا کیسے جائز ہے۔ دوسرا حقیقی اور مجازی معنی کو آپس میں مناسبت ہوتی ہے یہاں "اُهِلَّ" کا مجاز "ذبح" لیا گیا ہے اور کسی لغت میں بھی نہیں کہ "ذبح" "اُهِلَّ" کا مجاز ہو۔

جواب: یہ اصول فقہ کے عین مطابق ہے، کیونکہ اُصولِ فقہ کا مسلم (تسلیم شُدہ) قاعدہ ہے کہ حقیقی معنی مُستَعذر (مشکل یا ناقابلِ عمل) یا متروک (چھوڑا ہوا) ہو تو مجازی معنی (غیر حقیقی یا استعاراتی معنی) لینا ضروری ہے۔ یہاں حقیقی معنی مُستَعذر نہیں تو متروک ہے، اِس لئے کہ حقیقی معنی لینے میں دنیا کی کوئی چیز غیر اللہ کے لئے حلال نہیں ہوسکتی، جیسے بار بار عرض کیا گیا ہے۔

جواب ۲: ہم نے دلالتِ اِلتزامی (لازمی یا ضمنی دلالت) کے اعتبار سے "مَا أُهِلَّ" کا "مَا ذُبِحَ" معنی کیا ہے، اور دلالتِ اِلتزامی میں اِلتزام (لازمی تعلق) کا اعتبار ہوتا ہے، اور وہ وہی ہے کہ ذبح کے وقت ہی پر حِلّت وحُرمت (جائز وناجائز ہونے) کا دارومدار ہے۔ ذبح سے پہلے ہزاروں بار جانور وغیرہ پر غیر اللہ کا نام آتا ہے، وہ بکرا وغیرہ حرام نہ ہوگا۔

جواب ۳: عُرف کو شریعت میں بڑا دَخل (اہم کردار) ہے۔ ہم نے عُرفی معنی (رائج یا معروف مفہوم) لیا۔ اِہلال کے لُغوی معنی تو ہیں مطلقاً پکارنا، مگر عُرفی معنی ہیں بوقتِ ذبح پکارنا، اور عُرفی معنی ہی اس جگہ مراد ہیں۔ مثال کے طور پر "صَلٰوۃ" کے لغوی معنی تو ہیں مطلقاً دعا، مگر عرفی معنی ہیں نماز۔ تو "وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ" (البقرۃ: 43) سے مراد نماز کا قیام ہوگا، نہ کہ عام دعا۔

تفسیرِ کبیر میں اسی آیت "مَا أُهِلَّ" کے ماتحت ہے:

"الإِهْلَالُ رَفْعُ الصَّوْتِ، هَذَا مَعْنَى الإِهْلَالِ فِي اللُّغَةِ، ثُمَّ قِيلَ لِلْمُحْرِمِ... الخ"[44]

یعنی اِہلال کا معنی ہے آواز بلند کرنا، یہ اِہلال کا لغوی معنی ہے، پھر عرفاً اس کا اطلاق اُس پر کیا گیا جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے۔

---

[44] (تفسير الرازي = مفاتيح الغيب أو التفسير الكبير، البقرة:173، 5/ 192، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الثالثة – 1420هـ)

مثلاً: کسی نے قسم کھائی "لَا يَضَعُ الْقَدَمَ فِي دَارِهِ" یعنی میں اُس کے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا۔ یہاں قَدَم کا حقیقی معنی ہے پاؤں، مگر عرف کا تقاضا ہے کہ اس سے مراد ہے "میں اُس کے گھر نہیں جاؤں گا"۔ اسی طرح "دَارِهِ" کا حقیقی معنی ہے ملکیتِ دار (مالک کا گھر)، لیکن عرف کا حکم ہے کہ اس سے مراد اُس کا سکونت کا گھر ہے۔ اسی طرح یہاں چونکہ عرفِ شرع میں ذبح کے وقت کفار بُتوں کے نام پکارتے ہیں، اس سے منع کیا گیا ہے۔ یہ نہیں کہ جب بھی کسی جانور پر ذبح سے پہلے غیر اللہ کا نام لیا گیا تو وہ حرام ہو۔ اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے تو اُس کی جہالت کو داد دینی چاہیے۔

سوال: تم تو کہتے ہو کہ جس جانور پر ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھی جائے وہ حرام نہیں، حالانکہ کُتُبِ فقہ میں ہے کہ وہ جانور حرام ہے۔ چنانچہ فُقَہائے کرام نے فرمایا کہ جس جانور کو اگرچہ بسم اللہ سے ذبح کیا جائے لیکن ذابح (ذبح کرنے والے) کی نِیَّت غیر خدا سے تقرُّب (قربت یا نزدیکی) حاصل کرنا ہو تو وہ جانور حرام ہے۔ چونکہ گیارھویں کرنے والے کی نیت حُضُور غوثِ پاک کو راضی کرنا ہے، لہٰذا اس ذبح میں غیر اللہ کی طرف تقرُّب ہوا، تو اگرچہ جانور ذبح تو بسم اللہ سے ہوا، مگر اس قاعدے سے حرام ہو گیا۔

جواب: اس سوال کا جواب سمجھنے سے پہلے ذَبح کی قسمیں سمجھنا ضروری ہیں، ورنہ مسئلہ صحیح طور پر سمجھ میں نہیں آئے گا۔

فُقَہائے کرام نے فرمایا کہ ذبح کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ یہ کہ ذبح سے مقصود محض خون بہانا ہو اور گوشت محض تابع (ضمنی یا ثانوی) ہو، اور یہ خون بہانا رب کو راضی کرنے کے لیے ہو، جیسا کہ قربانی، ہَدْی (حج کی قربانی)، عقیقہ اور نذر کا جانور۔ یہ ذبح عبادت ہے، مگر اس میں وقت یا جگہ کی قید نہیں: قربانی خاص تاریخوں میں عبادت ہے، آگے پیچھے نہیں۔ ہدی حرم میں عبادت ہے، دوسری جگہ نہیں۔

۲۔ چھری کی دھار کی آزمائش کے لیے ذبح کرنا۔ یہ نہ عبادت ہے نہ گناہ۔ اگر بسم اللہ سے ہوا تو جانور حلال، ورنہ حرام۔

۳۔ گوشت کھانے کے لیے ذبح کرنا، جیسے: شادی یا ولیمہ کی دعوت کے لیے، یا گوشت کی تجارت کے لیے، اسی طرح فاتحہ بزرگان کے لیے ذبح کرنا۔ ان سب صورتوں میں ذبح سے مقصود گوشت ہے۔ یہ بھی اگر بسم اللہ سے ہو تو حلال، ورنہ حرام۔

۴۔ غیر خدا کو راضی کرنے کے لیے صرف خون بہانے کی نیت سے ذبح کرنا، کہ اس میں گوشت مقصود نہ ہو، جیسے کہ ہندو لوگ بُتوں یا دیوی پر جانور کی بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ اس میں صرف خون دے کر بُت کو راضی کرنا مقصود ہوتا ہے۔ یہ جانور اگر بسم اللہ کہہ کر بھی ذبح کیا جائے تب بھی حرام ہے، بشرطیکہ ذبح کرنے والے کی نیت بھینٹ کی ہو، نہ کہ ذبح کرانے والے کی۔

چنانچہ قرآن فرماتا ہے: "وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ" (المائدۃ:3) یعنی اور حرام ہے وہ جانور جو کہ بُتوں پر ذبح کیا جائے۔

اِس آیت کی تفسیر میں سلیمان جَمَل فرماتے ہیں:

"أَيُّ: مَا قَصَدَ بِذَبْحِهِ النَّصْبَ وَلَمْ يُذْكَرِ اسْمُهَا عِنْدَ الذَّبْحِ، بَلْ قَصَدَ تَعْظِيمَهَا بِذَبْحِهِ، فَعَلَى بِمَعْنَى اللَّامِ فَلَيْسَ هَذَا مُكَرَّرًا مَعَ مَا سَبَقَ، إِذْ ذَاكَ فِيمَا ذُكِرَ عِنْدَ ذَبْحِهِ اسْمُ الصَّنَمِ، وَهَذَا فِيمَا قَصَدَ بِذَبْحِهِ تَعْظِيمَ الصَّنَمِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرٍ."[45]

---

[45]) الفتوحات الالهية ((الجمل على تفسير الجلالين)، المائدة:3، قوله: وما ذبح علي النصب، 2/ 189، دار الفكر – بيروت، – 2025 م)

یعنی وہ جانور بھی حرام ہے جس کے ذبح سے بُت مقصود ہوں، اور ذبح کے وقت بُت کا نام نہ لیا گیا ہو، بلکہ ذبح کے ذریعہ بُت کی تعظیم مقصود ہو۔ پس یہاں "علی" بمعنی "لام" ہے (یعنی بُت کے لیے ذبح کرنا)۔

یاد رہے کہ یہ آیت "ما أُهِلَّ" کی تفسیر نہیں بلکہ مستقل مضمون رکھتی ہے۔ "ما أُهِلَّ" میں وہ جانور مراد ہیں جن پر ذبح کے وقت بُتوں کا نام لیا جائے۔ اور "وما ذُبِحَ على النُّصُبِ" میں وہ جانور مراد ہیں جن کے ذبح سے بُت کی تعظیم مقصود ہو، اگرچہ بُت کا نام نہ لیا گیا ہو۔

فائدہ: تفسیرِ جَمل کے مصنف نے کیا عمدہ فیصلہ کیا کہ جو بُت کے نام پر ذبح ہوا، وہ "ما أُهِلَّ" میں داخل ہے۔ اور جس ذبح سے تعظیمِ غیر اللہ مقصود ہو، وہ "ما ذُبِحَ على النُّصُبِ" میں داخل ہے۔ بعض فُقہا نے ان دونوں صورتوں کو "ما أُهِلَّ" سے ثابت کیا ہے، بمعنی "مَا ذُبِحَ لِتَعْظِيمِ غَيْرِ اللهِ" (یعنی جو غیر اللہ کی تعظیم کے لیے ذبح کیا گیا ہو)۔ اسی پر دُرُّ المختار کی عبارت ہے، جس کی تفصیل آگے جا کر عرض کی جائے گی۔

خلاصہ یہ کہ جانور کی حرمت میں دو چیزوں کو دخل ہے: ۱۔ بوقتِ ذبح غیر اللہ کا نام لینا۔ ۲۔ غیر اللہ کو راضی کرنے کے لیے جانور کا خون بہانا، بایں معنی کہ گوشت مقصود بالذات نہ ہو۔ یہی تقرُّب بغیرِ اللہ ہے۔ اسی کو فُقہائے کرام فرماتے ہیں کہ چونکہ گیارھویں وغیرہ اور فاتحہ کا جانور تیسری قسم میں داخل ہے، نہ کہ چوتھی میں، اس لیے حرام نہیں۔ کیونکہ گیارھویں کرنے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس جانور کا گوشت پکایا جائے، فاتحہ کی جائے، اور فقراء میں تقسیم کیا جائے۔ لہٰذا اس میں گوشت مقصود ہوا، نہ کہ محض خون بہانا غیر اللہ کی رضا کے لیے۔ یہ فرق ضرور خیال میں رہے، ورنہ مخالف عیار (چالاک) ہے دھوکہ دے دے گا۔

سوال: گیارھویں وغیرہ میں گوشت مقصود نہیں ہوتا کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ اگر اس کو اتنا زیادہ گوشت دیا جائے یا دوسرا جانور دے دیا جائے کہ اس پر فاتحہ کر دے، تو وہ اس سے راضی نہیں ہوتا۔ اگر گوشت منظور ہوتا تو تبادلہ کر لیتا۔ معلوم ہوا کہ غوثِ پاک کے نام پر خون بہانا منظور ہے۔

جواب: یہ غلط ہے، کیونکہ نیت کا حال تو نیت والا ہی جان سکتا ہے۔ بلا دلیل مسلمان پر بدگمانی کرنا حرام ہے۔ "إِنَّ بَعضَ الظَّنِّ إِثم" (کچھ گمان گناہ ہیں)۔ رہا جانور کا نہ بدلنا، اس کی وجہ محض عقیدت و اہتمام ہے: وہ سمجھتا ہے کہ جس طرح ہم نے پرورش کر کے اسے اچھا کیا ہے، دوسرا گوشت ایسا نہ ملے گا۔ بعض لوگ ولیمہ کے لئے جانور پالتے ہیں، وہ بھی دوسرے گوشت سے تبادلہ گوارا نہیں کرتے۔ بعض لوگ فاتحہ کے لئے نئے برتن استعمال کرتے ہیں اور ان کا تبادلہ پسند نہیں کرتے۔ بعض کا خیال ہوتا ہے کہ جس جانور پر فاتحہ کا وعدہ ہو گیا، اس کو بدلنا جائز نہیں، جیسے کہ قربانی کا جانور۔ یہ خیال اگرچہ غلط ہے، مگر اس غلط خیال کی وجہ سے ذبیحہ حرام نہیں ہو جاتا۔ غرض یہ کہ اہتمام اور ہے، اور بھینٹ اور چیز ہے۔ اگر نفسِ ذبح سے غیر اللہ کو راضی کرنا مقصود ہو تو وہ حرام ہے۔ اور اگر ذبح دعوت یا فاتحہ کے لئے ہو، اور فاتحہ یا دعوت کسی کو راضی کرنے کے لئے ہو، تو وہ حلال ہے۔ کسی اللہ کے بندے کو راضی کرنا، اس کی عبادت نہیں۔ یہ ایک الگ مضمون ہے۔ ہمارے نزدیک کسی بندۂ خدا کی رضا و خوشنودی، خدا کی رضا و خوشنودی ہے۔

چکر باز کا چکر: مُخالفین ہر طرح کا چکّر (داؤ، چال) چلاتے ہیں پیر کے بکرا وغیرہ کے خِلاف فُقہا کی عِبارات (اقوال، تحریریں) دِکھا کر کہتے ہیں کہ پیر کا بکرا حَرام ہے۔ کیونکہ در مُختار، عالمگیری، بابُ الذّبح میں اور نَووی شَرحِ مُسلم میں تصریح کی ہے کہ

"ذَبْحٌ لِقُدُومِ الأَمِيرِ نَحْوَهُ كَوَاحِدٍ مِنَ العُظَمَاءِ يَحْرُمُ لأَنَّهُ أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ وَلَوْ ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ"[46]

یعنی بادشاہ یا کسی بڑے آدمی کے آنے پر جانور ذبح کیا تو وہ حرام ہے کیونکہ اُس پر غیر خدا کا نام پکارا گیا، اگرچہ اُس پر اللہ کا ہی نام لیا گیا ہو۔

اِنہی عِبارات سے وَہابیوں اور دیوبندیوں نے کہہ دیا کہ کسی کی خُوشنُودی کے لئے جانور ذبح کرنا حرام ہے اگرچہ بِسمِ اللہ ہی سے ذبح ہو۔ لہٰذا گیارہویں کا جانور بہر حال حرام ہے کہ حُضُور غَوثِ پاک کی رِضا کے لئے ہے، اگرچہ بِسمِ اللہ پڑھ کر ذبح کیا جائے۔ یہی وہ چکّر ہے جس میں دیوبندی وَہابی عوام کو پھنساتے ہیں، حالانکہ چکّر کوئی نہیں مَکر وفَرِیب (چال، دھوکہ) ہے، کیونکہ حُرمت اُس وقت ہے جب سُلطان یا کسی کی بھینٹ (نذر، قربانی بطور تحفہ) کی نِیَّت سے ذبح ہو۔ جانورِ حرام بھینٹ کے مَعانی (مفہوم) بیان کئے جا چکے ہیں کہ خون بہانے سے اُس کو راضی کرنا مَقْصود ہو، گوشت تابع (ثانوی، ضمنی) ہو۔ اگر سُلطان وغیرہ کی دعوت کے لئے جانور ذبح ہو تو اگرچہ دعوت سے رِضائے سُلطان مَقْصود ہے لیکن جانور حلال ہے۔

در مختار، کتابُ الذبائح میں اسی جگہ فرماتے ہیں:

"(لِلضَّيْفِ لَا) يَحْرُمُ لِأَنَّهُ الْخَلِيلُ، وَإِكْرَامُ الضَّيْفِ إِكْرَامُ اللهِ تَعَالَى. وَالْفَارِقُ أَنَّهُ إِنْ قَدَّمَهَا لِيَأْكُلَ مِنْهَا فَكَانَ الذَّبْحُ للهِ وَالْمَنْفَعَةُ لِلضَّيْفِ أَوْ لِلْوَلِيمَةِ أَوْ لِلرِّبْحِ، وَإِنْ لَمْ يُقَدِّمْهَا لِيَأْكُلَ مِنْهَا بَلْ يَدْفَعُهَا لِغَيْرِهِ فَكَانَ لِتَعْظِيمِ غَيْرِ اللهِ فَتَحْرُمُ-"[47]

یعنی اور اگر ذَبح (قربانی) مہمان کے لئے ہو تو حَرام نہیں کیونکہ یہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا طریقہ ہے اور مہمان کی تعظیم (عزت واِکرام) اللہ کی تعظیم ہے۔ وجہِ فَرق یہ ہے کہ اگر اُس کا گوشت مہمان کے آگے رکھا تا کہ وہ اُس میں سے کھائے تو یہ ذَبح اللہ کے لئے ہو گا اور نَفع مہمان کے لئے یا ولیمہ یا تجارت کے لئے۔ اگر مہمان کے آگے نہ رکھا بلکہ یوں ہی کسی کو دے دیا تو یہ تَعظیم غیر اللہ کے لئے ہے، لہٰذا حَرام ہے۔

اِس سے صاف ظاہر ہوا کہ عِبادت و غیر عِبادت میں فَرق گوشت کے مَقْصود ہونے سے ہے، یعنی اگر نیت میں عبادت ہو تو حرام، اور اگر دعوت یا اکرام ہو تو حلال ہے۔ اسی جگہ در مختار میں ہے:

"وَفِي صَيْدِ الْمُنْيَةِ أَنَّهُ يُكْرَهُ وَلَا يُكْفَرُ، لِأَنَّنَا لَا نَسُوءُ الظَّنَّ بِالْمُسْلِمِ أَنَّهُ يَتَقَرَّبُ إِلَى الْآدَمِيِّ بِهَذَا النَّحْرِ-"[48]

یعنی اور صَیدُ المُنیَّہ میں ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے، اس سے ذابح کافر نہ ہو گا کیونکہ ہم مسلمان پر بد گُمانی نہیں کرتے کہ وہ اِس ذبح سے کسی آدمی کی عبادت کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ مسلمان پر بد گُمانی کرنا جُرم (ناجائز) ہے۔ اُس کے حاشیہ رد المحتار میں اِس کو زیادہ واضح کر دیا گیا ہے، مگر جتنی وضاحت یہاں کر دی گئی ہے، وہی کافی ہے۔

---

46) (حاشية ابن عابدين = رد المحتار ط الحلبي، كتاب الذبائح، قَوْلُهُ لَا يَحْرُمُ إلَخْ، 6/ 309، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية 1386 هـ = 1966م)

47) (الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار،كتاب الذبائح ،ص643، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1423 هـ - 2002 م)

48) (الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار،كتاب الذبائح ،ص643، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1423 هـ - 2002 م)

فائدہ: تفسیر رُوحُ البَیان، پارہ ۲، زیرِ آیت "وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ" میں ہے: یعنی جو جانور سلطان کے آنے پر ذبح کیا جائے اُس سے قُرب (تقرب ونذر) حاصل کرنے کے لئے، اہلِ بخاری نے اُس کی حرمت کا فتوٰی دیا ہے۔ اور امام رافعی نے فرمایا: یہ جانور حرام نہیں کیونکہ وہ لوگ سلطان کی آمد کی خوشی میں جانور ذبح کرتے ہیں، جیسے بچے کا عقیقہ بچے کی پیدائش کی خوشی میں کیا جاتا ہے، اور اس جیسے کام سے جانور حرام نہیں ہو جاتا۔[49]

فائدہ: معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں یہ رواج (عام دستور) ہو گا کہ بادشاہ کی آمد پر گھر گھر جانور ذبح ہوتے ہوں گے۔ آج کل یہ رسم نہیں، تو جو بادشاہ کی عبادت کی نیت سے ذبح کرتے ہوں وہ حرام ہے، اور جو اظہارِ خوشی کے لئے لوگوں کی دعوت کرتے ہیں، اُن کے بارے میں فتاوٰی کا اختلاف رسومِ زمانہ کی وجہ سے ہے۔ غرض کہ گیارہویں کے بکرے ہوں یا درباروں کے یا میلاد شریف کے یہ "مَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ" کے حکم میں نہیں۔

لطیفہ: مفسرینِ کرام نے تو سائبہ (نذر کیے ہوئے آزاد جانور)، بحیرہ (کان چیرے ہوئے مخصوص جانور)، حام (نسلاً معاف کیے گئے نر جانور) وغیرہ کو بھی حرام نہیں کیا، جب تک کہ اُن کو ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کیا جائے۔ اگر ان بتوں کے جانوروں پر ذبح کے وقت بِسْمِ اللهِ، اللهُ أَكْبَرُ کہہ کر کسی مسلمان نے ذبح کیا ہے تو وہ جانور حلال و طیب ہے۔ چنانچہ تفسیر فتح البیان میں زیرِ آیت "مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ" (المائدۃ:103) اور نووی، شرحِ مسلم، کتاب الجنۃ، باب الصفۃ التي يصرف بها نعيم الدنيا أهل الجنۃ، صفحہ ۳۸۵ میں ہے کہ اس آیت سے ان جانوروں کی حرمت کا انکار مقصود ہے جن کو کفار حرام سمجھتے تھے (یعنی بحیرہ وغیرہ)، کہ یہ جانور ان کے حرام کر لینے سے حرام نہیں ہو گئے۔[50] اس سے معلوم ہوا کہ جو سانڈ ہندو لوگ بتوں کے نام پر چھوڑتے ہیں وہ خود بخود حرام نہیں ہو جاتا، بلکہ اگر کوئی مسلمان بسمِ اللہ کہہ کر اُسے ذبح کر لے تو وہ حلال ہے۔ وہاں (ذبح نہ کرنے کی ممانعت) غیر کی ملکیت کی وجہ سے ہے، نہ کہ ذبیحہ کی حرمت کی وجہ سے۔ افسوس ہے اس برادری پر کہ وہ اس جانور کو حرام قرار دے رہی ہے جس پر مسلمان کا عقیدہ اللہ کے لئے ذبح کرنے کا ہے، صرف عرفاً پیر کا نام لیتا ہے اور پھر ذبح کے وقت بھی اللہ تعالٰی کا نام "بِسْمِ اللهِ، اللهُ أَكْبَرُ" کہتا ہے، تو بھی یہ برادری اس جانور کو حرام، حرام کہے جا رہی ہے۔ تو یہ دین کی چوری اور سینہ زوری نہیں تو اور کیا ہے؟[51]

سوال: جب "مَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ" عام بمعنی پکارنا ہے تو تم اسے خاص معنی میں کیوں لے جاتے ہو؟

جواب: واقعی اِھلال کا لغوی معنی مطلقاً پکارنا ہے، لیکن شرع میں (شریعت میں) وقتِ ذبح پکارنا مراد ہے۔ اور یہی عرفی معنی اس جگہ مراد ہیں۔ صلوٰۃ کے لغوی معنی تو ہیں مطلقاً دعا، مگر عرفی معنی ہیں نماز، تو "وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ" (البقرۃ:43) سے نماز فرض ہو گی نہ کہ عام دعا۔

تفسیر کبیر میں اس آیت "مَا أُهِلَّ" کے ماتحت ہے:

"الْإِهْلَالُ أَصْلُهُ رَفْعُ الصَّوْتِ، ذَا مَعْنَى الْإِهْلَالِ فِي اللُّغَةِ، ثُمَّ قِيلَ لِلْمُحْرِمِ الخ"[52]

یعنی اِھلال کے معنی ہیں آواز بلند کرنا (پکارنا)، یہ معنی لغوی ہیں، پھر محرم کو کہا گیا الخ۔

---

49) (تفسير الرازي = مفاتيح الغيب أو التفسير الكبير، المائدة: 3، 2/ 340، دار الفكر – بيروت)

50) (شرح النووي على مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها واهلها، باب الصفات التى يعرف بها فى الدنيا أهل الجنة وأهل، 17 / 197، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الثانية، 1392هـ)

51) (فتح البيان في مقاصد القرآن، المائدة: 103، 4 / 63، المكتبة العصريّة للطباعة والنّشر، صَيدَا – بَيروت، عام النشر: 1412 هـ – 1992 م)

52) (تفسير الرازي = مفاتيح الغيب أو التفسير الكبير، البقرة: 173، الحكم الأول، 5/ 192، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الثالثة – 1420 هـ)

اسی طرح حاشیہ بیضاوی للشہاب میں اسی آیت "مَا أُهِلَّ" کے ماتحت ہے:

"أَيُّ: رَفَعَ بِهِ الصَّوْتَ (الخ...)، هَذَا أَصْلُهُ، ثُمَّ جُعِلَتْ عِبَارَةً عَمَّا ذُبِحَ لِغَيْرِ اللهِ-"[53]

یعنی اس کو پکارا گیا ہو، یہ اِھلال کے لغوی معنی ہیں، پھر اس اُھِلَّ سے مراد لی گئی ہے کہ وہ جانور جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے۔

اگر یہاں اِھلال کے لغوی معنی مراد ہوں تو چند خرابیاں لازم ہوں گی۔ اوّلاً یہ کہ یہ تفسیر اجماعِ مفسرین اور اقوالِ صحابہ کرام کے خلاف ہو گی۔

مفسرین کے اقوال تو ہم پہلے باب میں عرض کر چکے۔ اب صحابہ کرام و غیر ہم کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

تفسیر در منثور میں اس آیت کے ماتحت ہے:"أَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ: {وَمَا أُهِلَّ بِهِ} قَالَ: ذَبَحَ-"

"وَأخرج ابْن جرير عَن ابْن عَبَّاس فِي قَوْله {وَمَآ أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ} يَعْنِي مَا أهلّ للطواغيت"[54]

یعنی وہ جانور حرام ہے جو کہ بتوں کے لئے ہو ورنہ وہ جانور جو اولیاء کرام کے لئے ہو وہ حلال طیب ہیں۔

تفسیر احمدیہ میں اسی آیت کے ماتحت ہے:مَعْنَاهُ: ذُبِحَ بِهِ لِاسْمِ غَيْرِ اللهِ، مِثْلَ: اللَّاتِ، وَالْعُزَّى، وَأَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ"[55]

یعنی آیت کے معنی یہ ہیں کہ اس کو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اور وہ وہ ہے جو بتوں کے لئے ذبح کیا جاتا تھا۔

تفسیر مدارک میں اس آیت کے ماتحت ہے:"أَيْ: ذَبْحٌ لِلْأَصْنَامِ، فَذُكِرَ عَلَيْهِ غَيْرُ اسْمِ اللهِ، وَأَصْلُ الإِهْلَالِ رَفْعُ الصَّوْتِ، أَيْ: رَفَعَ بِهِ الصَّوْتَ لِلصَّنَمِ، وَذَلِكَ قَوْلُ أَهْلِ الجَاهِلِيَّةِ:بِاسْمِ اللَّاتِ وَالْعُزَّى"[56]

یعنی وہ جانور حرام ہے جو کہ بتوں کے لئے ذبح کیا جائے پس اس پر غیر خدا کا نام لیا جائے یعنی اس پر بت کی آواز دی گئی ہو اور یہ جاہلیت والوں کا یہ کہنا تھا کہ "بِاسْمِ اللَّاتِ وَالْعُزَّى"۔

تفسیر لباب التاویل میں اس آیت کے ماتحت ہے:"وَمَا ذُبِحَ لِلْأَصْنَامِ وَالطَّوَاغِيتِ، وَأَصْلُ الإِهْلَالِ رَفْعُ الصَّوْتِ، وَذَلِكَ أَنَّهُمْ كَانُوا يَرْفَعُونَ أَصْوَاتَهُمْ بِذِكْرِ آلِهَتِهِمْ إِذَا ذَبَحُوا لَهَا. "[57]

تفسیر علامہ ابو سعود میں ہے:"أَيْ: رَافِعٌ بِهِ الصَّوْتَ عِندَ ذَبْحِهِ لِلصَّنَمِ "[58]

تفسیر حسینی میں اس آیت کے ماتحت ہے:

---

53) (حاشيه الشهاب علي تفسير البيضاوي =عنايه القاضي وكفاية الراضي، البقرة: 173 ،2 / 267، دار صادر – بيروت)

54) (تفسير الدر المنثور ، البقرة: 173 ،1 / 407، دار الفكر – بيروت)

55) (التفسيرات الأحمدية في بيان الآيات الشرعية لملا جيون الحنفي، البقرة: 173، ص55، دار الكتب العلمية2010)

56) (تفسير النسفي ، البقرة: 173، 1/ 151، دار الكلم الطيب، بيروت، الطبعة: الأولى، 1419 هـ – 1998 مـ)

57) (تفسير الخازن (لباب التأويل في معاني التنزيل)، البقرة: 173، 1/ 186، دار الكتب العلمية بيروت، لبنان)

58) (تفسير أبي السعود = إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم،البقرة:173 ، 1/ 191، دار إحياء التراث العربي – بيروت)

"حرام کرد آنچه آوازبرداشته شد بآن وقت ذبح لغیرالله برای غیرخداتعالیٰ بنام بتان یاباسم پیغمبران بکشند۔ "[59]

ان تمام تفاسیر سے معلوم ہوا کہ اِس آیت "ما اھل" میں "اھل" سے مراد ہے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام پکارنا۔ لہذا جانور کی زندگی میں کسی طرف نسبت کرنے کا اعتبار نہیں۔

شامی، باب الذبح میں ہے: "أَعْلَى الانْمِدَارُ عَلَى الْقَصْدِ عِنْدَ ابْتِدَاءِ الذَّبْحِ"[60]

یعنی جاننا چاہئے کہ حِلّت و حُرمَت کا دارومدار ذبح کے وقت نیت کا ہے۔

ف: معلوم ہوا کہ ذبح سے پہلے کی نیت یا نام بالکل معتبر نہیں۔

عالمگیری، باب الذبح میں ہے: "مُسْلِمٌ ذَبَحَ شَاةَ الْمَجُوسِيِّ لِبَيْتِ نَارِهِمْ أَوْ الْكَافِرِ لِآلِهَتِهِمْ تُؤْكَلُ؛ لِأَنَّهُ سَمَّى اللَّهَ تَعَالَى - وَيُكْرَهُ لِلْمُسْلِمِ، كَذَا فِي التَّتَارْخَانِيَّةِ نَاقِلًا عَنْ جَامِعِ الْفَتَاوَى."[61]

یعنی مسلمان نے مجوسی کی وہ بکری جو اُن کے آتش کدہ کے لئے یا کافر کی اُن بتوں کے لئے تھی، ذبح کی وہ حلال ہے کیونکہ اس مسلمان نے اللہ کا نام لیا ہے مگر یہ کام مسلمان کے لئے مکروہ ہے۔

فائدہ: جانور پالنے والا کافر ہے اور ذبح بھی کرتا ہے بت یا آگ کی عبادت کی نیت سے، گو مالک کا پالنا اور ذبح کرانا دونوں فاسد مگر چونکہ وقتِ ذبح مسلمان نے زبان سے بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا ہے لہذا جانور تو حلال ہے۔ کہئے گیارہویں یا میلاد کا بکرا اس بت پرست سے بھی گیا گذرا ہے؟ کہ وہ حلال اور یہ حرام؟ اس لئے کہ وہ بت پرست اور ہندو کا ہے وہ حلال ہو گیا اور یہ مسلمان کا ہے اِس لئے حرام اسی لئے تو ہم کہتے ہیں کہ تم وہی ہو جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ صدیوں پہلے فرما گئے کہ ایک قوم قُربِ قیامت میں پیدا ہو گی، بت پرستوں کے دوست ہوں گے اور مسلمان کے دشمن۔

عقلی دلائل: جو کہ فاتحہ گیارہویں بلکہ میلاد شریف کے پابند ہیں وہ اس کے لئے کچھ عرصہ پہلے بکرے، مرغے وغیرہ پالتے ہیں اور ان کو فربہ کرتے ہیں۔ تاریخِ فاتحہ پر اُن کو بسم اللہ پر ذبح کر کے کھانا پکا کر فاتحہ کرتے ہیں۔ فقراء و صلحاء کو کھلاتے ہیں۔ چونکہ وہ جانور اس کی نیت سے پالا گیا ہے اس لئے کہہ دیتے ہیں کہ گیارہویں کا بکرا، غوث پاک کی گائے وغیرہ یہ شرعاً حلال ہے جیسے کہ ولیمہ کا جانور عقیقہ کا بکرا اور قربانی کا دُنبہ وغیرہ۔

۱۔ جب "اھل" کے لغوی معنی مراد ہوئے یعنی جانور پر اس کی زندگی یا وقتِ ذبح غیر اللہ کا نام پکارنا جانور کو حرام کر دیتا ہے، تو لازم آیا کہ جانور کے سوا دوسری اشیاء بھی غیر اللہ کی طرف نسبت کرنے سے حرام ہو جائیں۔ کیونکہ قرآن میں ہے " وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ "(البقرۃ:173) یعنی ہر وہ چیز جو کہ غیر اللہ کے نام سے پکاری جائے۔

---

[59] (تفسیرِ حسینی، البقرۃ: 173، کتابخانہ ایرانشناسی)

ترجمہ: "اور جو چیز اللہ کے سوا کسی اور کے لیے ذبح کے وقت بلند آواز سے (کسی غیر خدا کا نام لے کر) ذبح کی جائے، یعنی بتوں کے نام پر ذبح کریں۔" (نوری)

[60] (حاشية ابن عابدين، كتاب الذبائح، قوله وإن لم يقدمها ليأكل منها، 2/ 302، المطبعة المصرية، 1869م)

[61] (الفتاوى العالمكيرية = الفتاوى الهندية، كتاب الذبائح وفيه ثلاثة أبواب، الباب الأول في ركن الذبح وشرائطه وحكمه وأنواعه، 5/ 286، برئاسة الشيخ: نظام الدين البرنهابوري البلخي، بأمر السلطان: محمد أورنك زيب عالمكير، الطبعة: الثانية، 1310هـ)

۲۔ "ما" میں جانور کی قید نہیں پھر خواہ تقرُّب کی نیت سے پکارو یا کسی اور نیت سے بہر حال حُرمت آنی چاہئے۔ تو زید کا بکرا، عمر کی بھینس، زید کے آم، بکر کے باغ کے پھل، فلاں کی بیوی، اُمِّ سعد کا کنواں، فلاں کی مسجد، میرا گھر، دیوبند کا مدرسہ، امام بخاری کی کتاب سب ہی نسبتیں ناجائز ہو گئیں۔ اور ان کا استعمال حرام اور بخاری، ترمذی تو خالص شرک ہوا کہ ان کی نسبت بخارا اور ترمذ کی طرف ہوئی جو کہ غیر اللہ ہیں۔

۳، جناب جس وقت تک کہ عورت صرف اللہ ہی کی بندی کہلائی۔ سب کو حرام رہی جب اُس پر غیر خدا کا نام آیا اور "فلاں کی زوجہ" کہی گئی تب فلاں کو حلال ہوئی۔

۴۔ کبھی غیر اللہ کی نسبت سے چیز کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ حیدر آباد میں حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کا دستی لکھا ہوا قرآن شریف تھا، انگریز اس کے دو لاکھ روپے دیتے تھے مگر نہ دیا گیا۔ امیر عبدالرحمن خاں کا استعمالی قالین پچاس ہزار (۵۰۰۰۰) روپے میں امریکہ والوں نے خریدا۔ پرانے ٹکٹ بھی قیمتی ہوتے ہیں۔ غرض کہ "اُهِلَّ" کے یہ معنی ایسے فاسد ہیں کہ عقل و نقل سب ہی کے خلاف ہیں۔

۵۔ پانچویں یہ کہ اگر کسی نے جانور بُت کے نام پر پالا، بعد میں اُس سے تائب ہو گیا اور خالص نیت سے اُس کو ذبح کیا، تو یہ بالاتفاق حلال ہے حالانکہ "اُهِلَّ" میں تو یہ بھی داخل ہوا۔ اگر ایک بار بھی غیر اللہ کا نام اس پر بول دیا "مَا اُهِلَّ" کی حد میں آگیا۔ اب ماننا ہی پڑا کہ وقتِ ذبح اللہ کا نام پکارنا معتبر ہے نہ کہ قبل کا۔ اگر کوئی شخص غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے پھر گوشت میں اللہ کی نیت کرے بالکل غیر معتبر ہے۔ اسی طرح اگر زندگی کا پکارنا معتبر ہوتا تو جو آدمی جانور کی زندگی میں غیر اللہ کا نام پکار کے پھر توبہ کر کے اللہ کے نام پر ذبح کرتا تو بھی حرام ہوتا۔ پہلے یہ کہ اگر "اُهِلَّ" کے معنی لغوی مراد لئے جائیں جب بھی "بِهٖ" کی وجہ سے پکارنے میں تخصیص ہو گی۔ اِس طرح "فِیْ" کے معنی میں ہو گا اور مضاف پوشیدہ یعنی "فِيْ ذَبْحِهٖ" ورنہ پھر "بِهٖ" کا کیا فائدہ۔ بغیر "بِهٖ" کے بھی معنی حاصل تھے، جیسے جمل نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے، تو بھی مطلب وہی بنا کہ جس جانور پر وقتِ ذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا وہ حرام ہے۔

نام لینے کا اعتبار ہے کہ آگے پیچھے زندگی میں جانور بت کے نام کا تھا مگر ذبح خدا کے نام پر ہوا حلال ہے۔ مثلاً زندگی میں جانور قربانی کا تھا مگر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا حرام اور مردار ہو گیا۔ بہر حال ایک ہندو یا کوئی مشرک نے جانور بت کے لئے پالا اور اسی بت کے نام پر پکارا جاتا رہا۔ حلال جانور کو مسلمان یا اہل کتاب نے اللہ کا نام لے کر ذبح کر دیا وہ حلال ہے اور جس حلال جانور کو مشرک یا مرتد ذبح کرے وہ مردار اور حرام ہے۔ اسی طرح اگر مسلمان دیدہ دانستہ وقتِ ذبح "بِسْمِ اللّٰهِ" پڑھنا چھوڑ دے یا خدا کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کرے مثلاً بجائے "بِسْمِ اللّٰهِ، اللّٰهُ أَكْبَرُ" کہہ دے "يَا غَوْث" اور ذبح کر دے تو حرام ہے۔ خیال رہے کہ اس حلت و حرمت میں ذبح کرنے والے کا اعتبار ہے نہ مالک وغیرہ کا۔ اگر مسلمان کا جانور مشرک نے ذبح کر دیا حلال ہے، اس طرح ذبح کے وقت ہندو اور مشرک غیر اللہ کا نام لے حرام ہے۔

لطیفہ: فقہاے کرام یہاں ایک لطیفہ لکھتے ہیں کہ ہندو اور مسلمان پڑوسی ہیں۔ ہندو نے بکرا اپالا بت کے لئے اور مسلمان نے پالا قربانی کے لئے۔ سال بھر ہندو اپنے بکرے کو بت سے منسوب کر کے پکارتا رہا اور مسلمان قربانی کے نام سے، اگرچہ یہ لفظ بھی غیر اللہ ہے لیکن وہابی اسے گوارہ کر لیتا ہے، ہاں پیر، نبی (علیہ السلام) کے نام سے اسے چڑ ہے، جب قربانی کا دن آیا تو مسلمان نے قصّاب کو بلا کر ذبح کا حکم دیا اور ہندو کو خیال آیا کہ میں بھی آج بکرا بت کے نام ذبح کرا دوں تا کہ مسلمان آج گوشت کھائیں تو ہمارے بچے دیکھتے نہ رہیں۔ اس نے بھی قصاب کو اپنے بکرے کے ذبح کا حکم دیدیا۔ مسلمان قصاب نے بھول کر

ہندو کے بکرے کو بِسۡمِ اللّٰہِ، اللّٰہُ اَکۡبَرُ کہہ کر ذبح کیا اور ہندو قصاب نے مسلمان والے بکرے پر بت کا نام لیا۔ اب وہابی، دیوبندی سے سوال ہے کہ ان میں سے کس بکرے کا گوشت کھاؤ گے۔ اگر وہ بت کے نام پر ذبح ہونے والے کا کھائیں تو بھی حرام کیونکہ اللہ نے فرمایا:

"وَ لَا تَاۡكُلُوۡا مِمَّا لَمۡ يُذۡكَرِ اسۡمُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ "(پ8،الانعام121) یعنی وہ جانور نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام مذکور نہیں ہوا ہو۔

اگر وہ جانور کھائیں جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام آیا ہے لیکن اس سے قبل اس پر بت کا نام پکارا جاتا رہا لہٰذا ان کے قاعدہ پر یہ جانور حرام ہے وہ نہ کھائیں لیکن اسلامی قاعدہ پر یہ جانور حلال طیب ہے، ہم کھائیں گے اس لئے کہ اس پر اللہ کا نام بوقتِ ذبح مذکور ہوا ہے۔ اِسی لئے ہمارا قاعدہ صحیح ہے کہ ذبح سے پہلے غیر اللہ کے نام سے پکارا گیا تو کیا ہوا۔ جانور کی حلت و حرمت کا دار و مدار ذبح کے وقت کا ہے۔

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور۔ پاکستان

۱۴۰۸ھ، ۱۹۸۸ء